نصرة
میگزین

شمارہ: 29
مارچ/اپریل2016
بمطابق جمادی الثانی/ رجب 1437ہجری

عطاء بن خلیل ابو الرشته
(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ 130-134

اوبامہ نے اسلام کے خاتمے کا حکم دیا اور
پاکستان کے حکمرانوں نے لبّیک کہا

ہندوستانی میڈیا حزب التحریر کے خلاف
تہمتوں اور جھوٹ کو شائع کر رہا ہے

فولادی استقامت اور ارادہ
وہ پہاڑ ہے جس سے ٹکرا کر
جبر پاش پاش ہو گیا ہے

راحیل غداری میں کیانی اور
مشرف کی پیروی کر رہا ہے

تیل کی قیمتوں میں
زبردست کمی!

نصرة میگزین

مارچ/اپریل 2016 بمطابق جمادی الثانی/رجب 1437 ہجری

اس شمارے میں

اداریہ: خلافت افق پر نمودار ہو رہی ہے

پوری مسلم دنیا میں امت نے مغربی سیکولر نظام حکمرانی کو مسترد کر دیا ہے اور وہ اسلام کا مطالبہ کر رہی ہے۔ مسلم دنیا میں اس وقت ایک ہلچل مچی ہے کیونکہ وہ اپنے مقصد اسلام کے حوالے سے بیدار ہو رہی ہے اور نشاۃ ثانیہ کی جانب سفر کا بہترین مشاہدہ اس وقت شام میں کیا جا رہا ہے۔ شام کے مسلمانوں پر ہر قسم کا ظلم و جبر آزمایا جا چکا ہے، جس میں شہروں کے شدید محاصرے کہ لوگ بھوک کا شکار ہو جائیں، بمباریاں اور قتل کی کاروائیاں شامل ہیں، لیکن ان سب کے باوجود خلافت کے قیام اور سیکولر جمہوریت کے خاتمے کے مطالبے سے ان کی دستبرداری کا کوئی امکان نظر نہیں آرہا۔

واضح طور پر نظر آرہا ہے کہ مسلم دنیا میں مغربی استعماری موجودگی اور اس کے اثرات انتہائی کمزور ہو چکے ہیں اور نازک صورتحال سے دوچار ہے۔ اور یہ سب کچھ مغربی دارالحکومتوں کے لئے خطرے کا اشارہ ہے۔ آخر کار سیکولر جمہوریت ہمیشہ سے وہ طریقہ کار رہا ہے جس کے ذریعے مغربی قوانین اور منصوبوں کو مسلم دنیا میں نافذ کیا جاتا ہے کیونکہ اس طریقہ کار کو اختیار کرنے سے اسلام کا اثرورسوخ بہت سختی کے ساتھ مساجد اور لوگوں کی ذاتی زندگیوں تک ہی محدود ہو جاتا ہے۔ سیکولر جمہوریت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ آئی۔ایم۔ایف اور عالمی بینک کے احکامات مضبوط معیشت کے قیام کی کسی بھی امید کو ختم کر دیں۔ سیکولر جمہوریت مسلم افواج کے کردار کو امریکی محکمہ دفاع اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے مستقل اراکین میں سے بھی چند مخصوص ممالک کے لئے کام کرنے والے کرائے کے فوجیوں تک محدود کر دیتی ہے۔ سیکولر جمہوریت ملک کے سیکیورٹی کے نظام کو خود اپنے ہی شہریوں کے خلاف استعمال کرواتی ہے اور یہ سیکیورٹی نظام مغربی منصوبوں کی تکمیل کے لئے اسلام کی آواز کو دبانے کے لئے مخلص سیاست دانوں کا پیچھا، میڈیا کو دھمکیاں اور عدلیہ کو مجبور کرتا ہے۔ جیسے ہی سیکولر جمہوریت کی عمارت مسلم دنیا میں گرے گی تو اس کے ساتھ ہی مغرب کی مسلم دنیا پر بالادستی کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

مایوسی کے عالم میں مغرب مسلم دنیا میں سیکولر جمہوریت کو بچانے کے لئے ہاتھ پاوں مار رہا ہے۔ شام کے مسلمانوں نے مغرب کے مشوروں کو سننا چھوڑ دیا ہے اور اب کسی بھی وقت مسلم دنیا میں کسی بھی مقام پر خلافت کا قیام ہو سکتا ہے۔ اسی وجہ سے امریکہ نے اکیلے معاملات کو خود صرف اپنے ہاتھوں حل کرنے کی پالیسی کو چھوڑ دیا ہے اور اس کا اظہار اوبامہ نے اپنے آخری سٹیٹ آف یونین خطاب میں کچھ اس طرح کیا کہ، "دنیا کو ہمارے ساتھ کام کرنا ہے۔۔۔۔۔ اسی لیے ہم ایک عالمی اتحاد بنا رہے ہیں"۔ امریکہ جس چیز کی بھی خواہش کرے تو وہ اسے بنانے کی کوشش کر سکتا ہے لیکن اب مسلمان اس کے منصوبوں میں شامل نہیں ہوں گے۔ امریکہ اپنے منصوبوں کو قومی منصوبوں کا رنگ دے سکتا ہے جیسا کہ پاکستانی حکومت نیشنل ایکشن پلان پر عمل درآمد کر رہی ہے، یا وہ اسلام کا پردہ استعمال کر سکتا ہے جیسا کہ سعودی سربراہی میں اتحاد کی تشکیل، لیکن یہ سب کچھ بھی اس کے منصوبوں کو امت میں قابل قبول نہیں بنا سکتے کیونکہ وہ اب پہلے سے کہیں زیادہ باخبر ہو گئی ہے اور اسلام کے جزوی نہیں بلکہ مکمل قیام کا مطالبہ کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ واشنگٹن اپنے تازہ ترین بے وقوفانہ منصوبوں کے لئے اب تک مسلم دنیا میں محض اپنے مخلص ایجنٹوں کو ہی متحرک کر سکا ہے، اور اس کا یہ کرنا اسے اور اس کے ایجنٹوں کو مسلم عوام سے مزید دور کر دے گا۔ اور اس طرح مغربی اثرورسوخ مزید کمزور ہو جائے گا کیونکہ مسلم دنیا میں واحد یہ ایجنٹ ہی اس کے منصوبوں کو مکمل کرنے کے لئے رہ گئے ہیں۔

اور جہاں تک امت اور خلافت کی بحالی کا تعلق ہے، تو اب اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز بچی ہی نہیں ہے۔ جیسے جیسے افق پر خلافت کے نمودار ہونے کے اثار واضح ہوتے جا رہے ہیں ویسے ویسے امت کے دشمن ظلم و ستم میں اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ لیکن مغرب کے پاس اب خلافت کے قیام کو روکنے کے لئے کوئی نیا عظیم منصوبہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ مغربی منصوبے اسلام کی واپسی کے عمل کو تیز تر کر رہے ہیں کیونکہ مسلم دنیا میں اس کے ایجنٹ پہلے سے کہیں زیادہ بے نقاب ہو چکے ہیں۔ اب یہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جو تھوڑا فاصلہ رہ گیا ہے اسے ایک ہی جست میں طے کرنے کے لئے آگے بڑھیں اور اس چیز یعنی نبوت کے طریقے پر خلافت کو حاصل کر لیں جو بہت عرصے قبل ان سے چھن گئی تھی۔ وہ خلافت جو اسلام کو سیکولر جمہوریت کی قید سے آزادی دلائے گی اور پھر تمام مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال کرے گی اور امت کو اس کے ماضی کی کھوئی ہوئی عظمت اور طاقت کی منزل کی جانب لے جائے گی۔

تفسیر سورۃ البقرۃ 130 تا 134

مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابورَشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿ وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلاَّ مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الآخِرَةِ لَمِنْ الصَّالِحِينَ (130) إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (131)وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمْ الدِّينَ فَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (132)أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَإِلَهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (133)تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلاَ تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (134)﴾

"ابراہیم کی ملت سے وہی شخص منہ موڑے گا جو اپنی ذات میں ہی احمق ہو اور ہم نے ابراہیم کو دنیا میں منتخب کیا اور وہ آخرت میں صالحین کے ساتھ ہے۔جب ابراہیم سے اس کے رب نے فرمایا کہ اطاعت کرو تو انہوں نے کہا میں رب العالمین کی اطاعت کرتا ہوں۔ اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی کا حکم دیا اور یعقوب نے بھی کہ اے بیٹو اللہ نے تمہارے لیے دین منتخب کیا ہے اس لیے تم اسی پر جان دو۔کیا یعقوب کی وفات کے وقت تم خود موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے انہوں نے کہا ہم تمہارے اور تمہارے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل، اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے اور ہم اس کے سامنے سر جھکائیں گے۔یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی اس نے جو کیا اس کے کام آئے گا اور تم نے جو کیا وہ تمہارے کام آئے گا ان کے اعمال کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا "(البقرۃ: 134-130)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات میں یہ بیان کیا:

1 - جو شخص ملت ابراہیمی کو ناپسند کرتا ہے یا اس کا انکار کرتا ہے تو وہ جہالت کا شکار ہے کیونکہ اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں نبوت اور رسالت کے لیے منتخب کیا اور قیامت کو ان کی ثابت قدمی ، استقامت اور خیر وصلاح کی گواہی دیں گے۔

یہ استفہام انکاری ہے کہ کیا وہ شخص عقلمند ہو سکتا ہے جو حق سے منہ موڑے(وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ)سے واضح ہے کہ حق ملت ابراہیم ہی ہے۔

"ملت" اصل میں سنت اور طریقے کو کہتے ہیں جیسا کہ الزجاج نے کہا ہے پھر اس کا اطلاق دین پر ہوتا ہے،عقیدے اور شریعت پر۔یہاں اس سے مراد عقیدہ ہ یعنی ایمان ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے انبیاء سابقین کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں جیسا کہ اللہ فرماتا ہے : وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنْ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ "اور ہم نے تم پر حق کے ساتھ وہ کتاب نازل کی جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کا احاطہ کرتی ہے، اس لیے ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلے کیجئے اور تمہارے پاس جو حق آیا ہے اس کے مقابلے میں ان کی خواہشات کی پیروی مت کیجئے تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے شریعت اور طریقہ مقرر کیا، اگر اللہ چاہتا تم سب کو ایک امت بنا لیتا مگر جو کچھ تمہارے پاس آیا ہے اس کے بارے میں تمہیں آزمانا چاہتا ہے اس لیے نیکی کے کاموں میں سبقت لے جاو تم سب کو لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے پھر وہی تمہیں اس کے بارے میں بتادے گا جس میں تم باہمی اختلاف کرتے ہو"(المائدہ:48)۔

"مہیمنا" یعنی سابق انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کرنے والی، مگر سابق انبیاء کا عقیدہ منسوخ نہیں ہو گا کیونکہ نسخ صرف سابقہ انبیاء کے احکام شریعہ میں ہوتا ہے سوائے اس کے جس کو اسلام برقرار رکھے تو وہ اسلام کا حکم شرعی بن جائے گا کیونکہ اسلام نے اس کی توثیق کر دی۔

اس لیے جو ملت ابراہیمی کا انکار کرے گا یعنی عقیدے کا جو کہ توحید اور ہر قسم کے شرک کو ترک کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، جس پر ایمان کا ابراہیم علیہ السلام مطالبہ کرتے تھے، تو وہ شخص اپنے آپ کو جہالت اور کفر میں گرادے گا کیونکہ یہ اللہ اور رسول کا انکار ہو گا۔

"من سفہ نفسہ "یعنی اپنے آپ کو حماقت، جہالت اور کفر میں گرادے گا۔

"سفہ"،"فاء" کے کسرہ کے ساتھ متعدی ہے اور "فاء" کے ضمہ کے ساتھ لازم ہے۔

2 - تمام انبیاء علیہم السلام لغوی معنی کے لحاظ سے مسلمان تھے یعنی اللہ کے سامنے سر جھکائے

ہوئے اطاعت گزار تھے اور اللہ نے جن چیزوں پر ایمان کا مطالبہ کیا تھا ان سب پر ایمان رکھتے تھے۔ اسی معنی کے مطابق ابراہیم علیہ السلام یکسو مسلمان تھے یعنی حق کی طرف مائل بلکہ خلوص کے ساتھ حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ اسی لیے اللہ نے یہود کے اس قول کو رد کر دیا کہ ابراہیم یہودی تھے۔ اسی طرح نصاری کے قول کو بھی رد کر دیا کہ ابراہیم نصرانی تھے (مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلاَ نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنْ الْمُشْرِكِينَ) "ابراہیم یہود تھے نہ نصرانی بلکہ یکسو مسلمان تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے" (آل عمران:67)۔

اسی طرح اللہ نے پہلی آیت میں بھی ان کی تردید کی کہ "جو بھی ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے گا وہ بذات خود احمق ہے" یہود اور نصاری ملت ابراھیمی، یعنی یکسو مسلمان ہونے کو ناپسند کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ابراہیم یہودی اور نصرانی تھے۔

اللہ نے ان کے دعوے کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ کہ تورات اور انجیل تو نازل ہی ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوئے، (يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتْ التَّوْرَاةُ وَالإِنجِيلُ إِلاَّ مِنْ بَعْدِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ) "اے اہل کتاب تم کیوں ابراہیم کے بارے میں جھگڑتے ہو، تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل ہوئیں" (آل عمران:65)۔

ملت ابراہیم سے فائدہ:

انبیاء اور ان کی پیروی کرنے والے اس لغوی معنی کے اعتبار سے مسلمان تھے، یعنی اللہ کے سامنے سر جھکائے ہوئے اطاعت گزار تھے، مگر اسلام بمعنی شرعی تو وہ ہے جو مکمل عقیدے کے ساتھ محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ جس کے ضمن میں سابقہ انبیاء کا عقیدہ بھی ہے۔ جس میں مکمل شریعت ہے جو تمام انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد دعوت صرف اسلام تک محدود ہو گئی (إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الإِسْلاَمُ) "اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے" (آل عمران:19) (وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنْ الْخَاسِرِينَ) "جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا، اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو گا" (آل عمران:85)۔

اس لیے صرف ملت یعنی سابقہ انبیاء کی طرف دعوت پر اکتفا درست نہیں بلکہ اسلامی عقیدے کی طرف دعوت دینا لازمی ہے، سابقہ انبیاء کا عقیدہ اسی کا جزو ہے۔ اسی طرح احکام شرعیہ کی طرف دعوت دینا بھی فرض ہے جو سابقہ انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کرتے ہیں سوائے اس کے جس کو احکام شرعیہ برقرار رکھیں وہ احکام شرعیہ کا جزو ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

ا۔ سابقہ انبیاء کی ملت بطور عقیدہ کے اسلامی عقیدے کا جزو ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

ب۔ سابقہ انبیاء کی ملت بطور شریعت کے اسلام کے آنے کے بعد منسوخ ہے سوائے اس کے جس کو اسلام نے برقرار رکھا تو وہ اسلام کا جزو بن گیا اس پر عمل اسلام کا جزو ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے نہ کہ ہم سے پہلے والوں کی شریعت ہونے کی وجہ سے۔

ج ۔اسلام کے آنے کے بعد سابقہ انبیاء کی کسی ملت کی طرف دعوت پر اکتفا درست نہیں بلکہ اسلام کی طرف دعوت دی جائے گی اور اسلام نے سابقہ انبیاء کی ملت میں سے جس چیز کی توثیق کی ہے وہ اسلام کا جزو ہے۔

3۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے اطاعت گزار اور مخلص تھے اس لیے اپنے بیٹوں کو وصیت کی ، یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اپنے اس دین کو مضبوطی سے تھام لیں جس کو اللہ نے ان کے لیے منتخب کیا ہے اور مرتے دم تک اس پر کاربند رہیں اور مسلمان ہونے کی حالت میں ہی مریں، اللہ کی اطاعت، اس کے سامنے جھکنے اور فرمانبرادری پر ہمت جواب نہ دے کیونکہ ان کو معلوم نہیں کہ موت کب آئے گی۔

(فَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ)

" صرف مسلمان ہونے کی حالت میں ہی مرو" یعنی موت تک اسلام پر ثابت قدمی کے تسلسل کو برقرار رکھو، یعنی موت اس وقت ہی آنی چاہیے جب تم مسلمان ہو۔ پس "نہیں" درحقیقت اس حال سے ہے جب موت آئے، موت سے نہیں، جیسا کہ یہ کہنا کہ نماز مت پڑھو مگر خشوع کے ساتھ، یہاں نماز سے منع نہیں کیا ہے بلکہ ترک خشوع سے منع کیا گیا ہے، اس لیے موت سے منع نہیں کیا ہے بلکہ اسلام کو ترک کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

4۔ یہود اور نصاری اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے اور یہ دعوی کرتے تھے کہ انبیاء ان کی ملت پر تھے، انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہی کہا۔ اللہ نے ان کے قول کے باطل ہونے کو واضح کیا جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے۔ انہوں نے یعقوب کے بارے میں کہا تو اللہ نے ان کے دعوے کو مسترد کیا اور فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام کی وفات کے وقت وہ حاضر نہیں تھے، اگر وہ اس وقت حاضر ہوتے تو ان کو معلوم ہو تا کہ یعقوب علیہ السلام فرماں بردار اور اطاعت گزار مسلمان تھے اور ان کے بیٹے بھی جنہوں نے مرض الموت میں ان سے عہد کیا تھا کہ وہ اپنے اور اپنے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے دین پر ہی کاربند رہیں گے، اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں گے، اس کے تابع فرمان اور اطاعت گزار ہوں گے۔

یہود اور نصاری کا دعوی درست نہیں کہ وہ ان کی تبدیل شدہ اور تحریف شدہ ملت پر تھے جو نازل ہی ان کے بعد ہوئیں تھیں جس میں تحریف بھی کی گئی۔

"ام کنتم"، یہاں "ام" منقطع ہے اور یہ "بل" اور "ھمزہ" انکار کے معنی میں ہے یعنی "بل اکنتم" اور "بل" پہلے کلام کو ختم کرنے کا معنی دیتا ہے جو کہ سابقہ آیت میں ہے اور یہ وصیت کا بیان ہے، پھر نئے موضوع کی طرف انتقال ہے جو کہ یہود و نصاری کی جانب سے یہ دعوی ہے کہ وہ یعقوب کی ملت پر ہیں۔

عرب ایسے سوالیہ جملے سے پہلے "ام" استعمال کرتے ہیں جس سے قبل کوئی اور کلام ہو جیسا کہ اللہ کا یہ فرمان ہے:(الم - تَنزِيلُ الْكِتَابِ لاَ رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ - أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ) "الم- یہ کتاب اللہ کی نازل کی ہوئی ہے اس میں کوئی شک نہیں یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس کو اپنے پاس سے بنایا ہے بلکہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ شاید یہ ہدایت پائیں"(السجدہ:3-1)۔

"شھداء" شہید کی جمع ہے بمعنی حاضر یعنی جب یعقوب کا انتقال ہو رہا تھا تم وہاں حاضر نہیں تھے اور تمہیں ان کے اپنے بیٹوں سے سوال کا بھی علم نہیں پھر تم یہ دعوی کیوں کرتے ہو؟!

"ماتعبدون من بعدی" یعنی میرے مرنے کے بعد تم کس چیز کی عبادت کروگے۔ "ما" کا استعمال سوال کے لیے ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یعقوب کے بیٹوں کا جواب اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے بارے میں تھا یہ اپنے والد کی تقلید اور توجہ دلانے سے نہیں بلکہ عقلی طور پر قائل ہونے اور سچے ایمان کی بنا پر تھا، اسی لیے انہوں نے تقلید کے بغیر اعتقاد سے جواب دیا۔ عرب "ما" کے ذریعے ہر غیر معلوم چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں اگر چیز معلوم ہو اور سوال کسی معین کے بارے میں تو عقلاء کے بارے میں "من" سے سوال کرتے ہیں۔ اگر صفت کے بارے میں سوال ہو تو کہتے ہیں کہ ما زید افقیہ ام طبیب "زید کیا ہے فقیہ ہے یا طبیب ہے؟"، چنانچہ سوال "ماتعبدون من بعدی" یہ بنیاد سے ہی ان کے معبود کے بارے میں سوال ہے یعنی گویا کہ جس چیز کے بارے میں سوال پوچھا جا رہا ہے اس کے بارے میں پہلے کچھ نہیں جانتے تھے اس لیے ان کا جواب تقلید اور ایسی معلومات پر مبنی نہیں جس کی دلیل نہ ہو، بلکہ یہ یہ قطعی علم پر مبنی جواب ہے۔

" آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ "ابراہیم اور اسحاق ،یعقوب کے باپ دادے ہیں جو ان کو "آبا" کہنے سے ہی واضح ہے اور اسماعیل علیہ السلام یعقوب کے چاچا تھے، عرب چاچا کو بھی "آبا" کے معنی میں لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(عم الرجل صنو ابیہ)" آدمی کا چاچا باپ کی طرح ہے"۔ عباس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(ھذا بقیۃ آبائی)" یہ میرے آبا میں سے باقی ہے"۔

5۔ آخری آیت میں یہود اور نصاری سے خطاب ہے کہ ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق اور ان کے بیٹوں پر یہ بہتان لگانے سے اجتناب کریں کہ وہ یہودی اور نصرانی تھے، ان کو اپنے ساتھ مت ملاؤ یا اپنے آپ کو یہ گمان کرتے ہوئے ان سے مت ملاؤ کہ اس سے تمہارا مرتبہ بلند ہو گا۔ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ ایک جماعت تھی جو اپنے نیک اعمال لے کر گزر چکی۔ تم اپنی بد اعمالیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہو اور اس نیک جماعت کے اعمال کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ تمہارا حساب ان کے اعمال سے نہیں ہو گا بلکہ تمہارے اپنے اعمال سے ہو گا، جن کو قیامت کے دن ترازو میں رکھا جائے گا۔ اور یہ سوچ کر اپنے آپ کو انبیاء کے ساتھ جوڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ان کے نیکیوں کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور نہ ہی اس سے تمہارے گناہ معاف ہوں گے۔

(تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلاَ تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ) " یہ جماعت تھی جو گزر چکی اس نے جو کمایا اس کا ہے اور تم نے جو کمایا تمہارا ہے اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا"۔

"امۃ" ایک مشترک لفظ ہے۔ یہ واحد پر اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ خیر کا راہنما ہو اور صاحب شان ہو۔ (إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ) "بے شک ابراہیم ایک امت تھے اللہ کے فرمان بردار اور یکسو تھے مشرکین میں سے نہیں تھے"(النحل:120)۔ اس کا اطلاق دین اور ملت پر بھی ہوتا ہے۔ (إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ) "ہم نے اپنے آبا کو ایک دین پر پایا"(الزخرف:23)۔ اسی طرح یہ وقت اور مدت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے(وادّکر بعد امّۃٍ) " ایک عرصے بعد ان کو یاد آیا"(یوسف:45) ۔ قرینہ سے ہی اس کا معنی واضح ہو گا۔ یہاں یہ لوگوں کی جماعت کے معنی میں ہے کیونکہ بات ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب، ان پر ایمان لانے والوں، ان کی پیروی کرنے والوں اور ان کے بیٹوں کی ہو رہی ہے ۔ یہ اللہ کے اس فرمان کی طرح ہے(ولتکن منکم امۃ)" اور تم میں ایک جماعت ہونی چاہیے"(آل عمران:104) اور اللہ کا یہ فرمان کہ (ومن قوم موسی امۃ یھدون)" اور موسی کی قوم میں ایک جماعت ہدایت یافتہ ہے" (الاعراف:159)۔

"خلت" یعنی موت کے ذریعے گزر گئے۔ مرنے والے کے لیے خلا کہا جاتا ہے یعنی دنیا سے خالی اور دستبردار ہو گیا، اپنے اہل عیال اور الفت کی جگہ سے جدا ہوا۔ اس کی اصل "خلا الرجل" ہے یعنی جب آدمی اس جگہ گیا جہاں کوئی مانوس نہیں اور لوگوں سے الگ ہو گیا خلوت اختیار کی۔ "ابراہیم کی ملت سے وہی شخص منہ موڑے گا جو اپنی ذات میں ہی احمق ہو اور ہم نے ابراہیم کو دنیا میں منتخب کیا اور وہ آخرت میں صالحین کے ساتھ ہے۔ جب ابراہیم سے اس کے رب نے فرمایا کہ اطاعت کرو تو انہوں نے کہا میں رب العالمین کی اطاعت کرتا ہوں۔ اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی کا حکم دیا اور یعقوب نے بھی کہ اے بیٹو اللہ نے تمہارے لیے دین منتخب کیا ہے اس لیے تم اسی پر جان دو۔ کیا یعقوب کی وفات کے وقت تم خود موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے انہوں نے کہا ہم تمہارے اور تمہارے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل، اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے اور ہم اس کے سامنے سر جھکائیں گے۔ یہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی اس نے جو کیا اس کے کام آئے گا اور تم نے جو کیا وہ تمہارے کام آئے گا ان کے اعمال کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا" (البقرۃ:134-130)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان آیات میں یہ بیان کیا:

1 - جو شخص ملت ابراہیمی کو ناپسند کرتا ہے یا اس کا انکار کرتا ہے تو وہ جہالت کا شکار ہے کیونکہ اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں نبوت اور رسالت کے لیے منتخب کیا اور قیامت کو ان کی ثابت قدمی، استقامت اور خیر وصلاح کی گواہی دیں گے۔

یہ استفہام انکاری ہے کہ کیا وہ شخص عقلمند ہو سکتا ہے جو حق سے منہ موڑے (وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ) سے واضح ہے کہ حق ملت ابراہیم ہی ہے۔

"ملت" اصل میں سنت اور طریقے کو کہتے ہیں جیسا کہ الزجاج نے کہا ہے پھر اس کا اطلاق دین پر ہوتا ہے، عقیدے اور شریعت پر۔ یہاں اس سے مراد عقیدہ ہ یعنی ایمان ہے جس پر ابراہیم علیہ السلام تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے انبیاء سابقین کی شریعتیں منسوخ ہو گئیں جیسا کہ اللہ فرماتا ہے :
وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلاَ تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنْ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ "اور ہم نے تم پر حق کے ساتھ وہ کتاب نازل کی جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کا احاطہ کرتی ہے، اس لیے ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلے کیجئے اور تمہارے پاس جو حق آیا ہے اس کے مقابلے میں ان کی خواہشات کی پیروی مت کیجئے تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے شریعت اور طریقہ مقرر کیا، اگر اللہ چاہتا تم سب کو ایک امت بنا لیتا مگر جو کچھ تمہارے پاس آیا ہے اس کے بارے میں تمہیں آزمانا چاہتا ہے اس لیے نیکی کے کاموں میں سبقت لے جاو تم سب کو لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے پھر وہی تمہیں اس کے بارے میں بتا دے گا جس میں تم باہمی اختلاف کرتے ہو" (المائدہ:48)۔

"مہیمنا" یعنی سابق انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کرنے والی، مگر سابق انبیاء کا عقیدہ منسوخ نہیں ہو گا کیونکہ نسخ صرف سابقہ انبیاء کے احکام شریعہ میں ہوتا ہے سوائے اس کے جس کو اسلام برقرار رکھے تو وہ اسلام کا حکم شرعی بن جائے گا کیونکہ اسلام نے اس کی توثیق کر دی۔

اس لیے جو ملت ابراہیمی کا انکار کرے گا یعنی عقیدے کا جو کہ توحید اور ہر قسم کے شرک کو ترک کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، جس پر ایمان کا ابراہیم علیہ السلام مطالبہ کرتے تھے، تو وہ شخص اپنے آپ کو جہالت اور کفر میں گرا دے گا کیونکہ یہ اللہ اور رسول کا انکار ہو گا۔

"من سفہ نفسہ "یعنی اپنے آپ کو حماقت، جہالت اور کفر میں گرا دے گا۔

"سفہ"، "فاء" کے کسرہ کے ساتھ متعدی ہے اور "فاء" کے ضمہ کے ساتھ لازم ہے۔

2 - تمام انبیاء علیہم السلام لغوی معنی کے لحاظ سے مسلمان تھے یعنی اللہ کے سامنے سر جھکائے ہوئے اطاعت گزار تھے اور اللہ نے جن چیزوں پر ایمان کا مطالبہ کیا تھا ان سب پر ایمان رکھتے تھے۔ اسی معنی کے مطابق ابراہیم علیہ السلام یکسو مسلمان تھے یعنی حق کی طرف مائل بلکہ خلوص کے ساتھ حق کی پیروی کرنے والے تھے۔ اسی لیے اللہ نے یہود کے اس قول کو رد کر دیا کہ ابراہیم یہودی تھے۔ اسی طرح نصاری کے قول کو بھی رد کر دیا کہ ابراہیم نصرانی تھے (مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلاَ نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنْ الْمُشْرِكِينَ) "ابراہیم یہود تھے نہ نصرانی بلکہ یکسو مسلمان تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے" (آل عمران:67)۔

اسی طرح اللہ نے پہلی آیت میں بھی ان کی تردید کی کہ "جو بھی ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے گا وہ بذات خود احمق ہے" یہود اور نصاری ملت ابراہیمی، یعنی یکسو مسلمان ہونے کو ناپسند کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ابراہیم یہودی اور نصرانی تھے۔

اللہ نے ان کے دعوے کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ کہ تورات اور انجیل تو نازل ہی ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوئے، (يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتْ التَّوْرَاةُ وَالإِنجِيلُ إِلاَّ مِنْ بَعْدِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ) "اے اہل کتاب تم کیوں ابراہیم کے بارے میں جھگڑتے ہو، تورات اور انجیل تو ان کے بعد نازل ہوئیں"(آل عمران:65)۔

ملت ابراہیم سے فائدہ:

انبیاء اور ان کی پیروی کرنے والے اس لغوی معنی کے اعتبار سے مسلمان تھے، یعنی اللہ کے سامنے سر جھکائے ہوئے اطاعت گزار تھے، مگر اسلام بمعنی شرعی تو وہ ہے جو مکمل عقیدے کے ساتھ محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ جس کے ضمن میں سابقہ انبیاء کا عقیدہ بھی ہے۔ جس میں مکمل شریعت ہے جو تمام انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد دعوت صرف اسلام تک محدود ہو گئی (إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الإِسْلاَمُ) "اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے"(آل عمران:19) (وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنْ الْخَاسِرِينَ) "جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا، اس کی طرف سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو گا"(آل عمران:85)۔

اس لیے صرف ملت یعنی سابقہ انبیاء کی طرف دعوت پر اکتفا درست نہیں بلکہ اسلامی عقیدے کی طرف دعوت دینا لازمی ہے، سابقہ انبیاء کا عقیدہ اسی کا جزو ہے۔ اسی طرح احکام شرعیہ کی طرف دعوت دینا بھی فرض ہے جو سابقہ انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کرتے ہیں سوائے اس کے جس کو احکام شرعیہ بر قرار رکھیں وہ احکام شرعیہ کا جزو ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

ا۔ سابقہ انبیاء کی ملت بطور عقیدہ کے اسلامی عقیدے کا جزو ہے اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

ب۔ سابقہ انبیاء کی ملت بطور شریعت کے اسلام کے آنے کے بعد منسوخ ہے سوائے اس کے جس کو اسلام نے بر قرار رکھا تو وہ اسلام کا جزو بن گیا اس پر عمل اسلام کا جزو ہونے کی وجہ سے کیا جاتا ہے نہ کہ ہم سے پہلے والوں کی شریعت ہونے کی وجہ سے۔

ج ۔اسلام کے آنے کے بعد سابقہ انبیاء کی کسی ملت کی طرف دعوت پر اکتفا درست نہیں بلکہ اسلام کی طرف دعوت دی جائے گی اور اسلام نے سابقہ انبیاء کی ملت میں سے جس چیز کی توثیق کی ہے وہ اسلام کا جزو ہے۔

3۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے اطاعت گزار اور مخلص تھے اس لیے اپنے بیٹوں کو وصیت کی ، یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اپنے اس دین کو مضبوطی سے تھام لیں جس کو اللہ نے ان کے لیے منتخب کیا ہے اور مرتے دم تک اس پر کاربند رہیں اور مسلمان ہونے کی حالت میں ہی مریں، اللہ کی اطاعت، اس کے سامنے جھکنے اور فرمانبرادری پر ہمت جواب نہ دے کیونکہ ان کو معلوم نہیں کہ موت کب آئے گی۔

(فَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ)

" صرف مسلمان ہونے کی حالت میں ہی مرو" یعنی موت تک اسلام پر ثابت قدمی کے تسلسل کو بر قرار رکھو، یعنی موت اس وقت ہی آنے چاہیے جب تم مسلمان ہو۔ پس "نہیں" در حقیقت اس حال سے ہے جب موت آئے، موت سے نہیں، جیسا کہ یہ کہنا کہ نماز مت پڑھو مگر خشوع کے ساتھ، یہاں نماز سے منع نہیں کیا ہے بلکہ ترک خشوع سے منع کیا گیا ہے، اس لیے موت سے منع نہیں کیا ہے بلکہ اسلام کو ترک کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

4۔ یہود اور نصاری اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے اور یہ دعوی کرتے تھے کہ انبیاء ان کی ملت پر تھے، انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہی کہا۔ اللہ نے ان کے قول کے باطل ہونے کو واضح کیا جیسا کہ ہم نے پہلے کہا ہے۔ انہوں نے یعقوب کے بارے میں کہا تو اللہ نے ان کے دعوے کو مسترد کیا اور فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام کی وفات کے وقت وہ حاضر نہیں تھے، اگر وہ اس وقت حاضر ہوتے تو ان کو معلوم ہو تا کہ یعقوب علیہ السلام فرماں بردار اور اطاعت گزار مسلمان تھے اور ان کے بیٹے بھی جنہوں نے مرض الموت میں ان سے عہد کیا تھا کہ وہ اپنے اور اپنے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے دین پر ہی کاربند رہیں گے، اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں گے، اس کے تابع فرمان اور اطاعت گزار ہوں گے۔ یہود اور نصاری کا دعوی درست نہیں کہ وہ ان کی تبدیل شدہ اور تحریف شدہ ملت پر تھے جو نازل ہی ان کے بعد ہوئیں تھیں جس میں تحریف بھی کی گئی۔

"ام کنتم"، یہاں "ام" منقطع ہے اور یہ "بل" اور "ھمزہ" انکار کے معنی میں ہے یعنی "بل اکنتم" اور "بل" پہلے کلام کو ختم کرنے کا معنی دیتا ہے جو کہ سابقہ آیت میں ہے اور یہ وصیت کا بیان ہے، پھر نئے موضوع کی طرف انتقال ہے جو کہ یہود و نصاری کی جانب سے یہ دعوی ہے کہ وہ یعقوب کی ملت پر ہیں۔

عرب ایسے سوالیہ جملے سے پہلے "ام" استعمال کرتے ہیں جس سے قبل کوئی اور کلام ہو جیسا کہ اللہ کا یہ فرمان ہے:(الم – تَنزِيلُ الْكِتَابِ لاَ رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ – أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ

يَهْتَدُونَ) "الم- یہ کتاب اللہ کی نازل کی ہوئی ہے اس میں کوئی شک نہیں یہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے- کیا یہ کہتے ہیں کہ اس کو اپنے پاس سے بنایا ہے بلکہ یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تا کہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تا کہ شاید یہ ہدایت پائیں"(السجدہ:3-1)۔

"شھداء" شہید کی جمع ہے بمعنی حاضر یعنی جب یعقوب کا انتقال ہو رہا تھا تم وہاں حاضر نہیں تھے اور تمہیں ان کے اپنے بیٹوں سے سوال کا بھی علم نہیں پھر تم یہ دعوی کیوں کرتے ہو؟!

"ماتعبدون من بعدی" یعنی میرے مرنے کے بعد تم کس چیز کی عبادت کرو گے۔ "ما" کا استعمال سوال کے لیے ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یعقوب کے بیٹوں کا جواب اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کے بارے میں تھا یہ اپنے والد کی تقلید اور توجہ دلانے سے نہیں بلکہ عقلی طور پر قائل ہونے اور سچے ایمان کی بنا پر تھا، اسی لیے انہوں نے تقلید کے بغیر اعتقاد سے جواب دیا۔ عرب "ما" کے ذریعے ہر غیر معلوم چیز کے بارے میں سوال کرتے ہیں اگر چیز معلوم ہو اور سوال کسی معین کے بارے میں تو عقلاء کے بارے میں "من" سے سوال کرتے ہیں۔ اگر صفت کے بارے میں سوال ہو تو کہتے ہیں کہ مازید افقیہ ام طبیب "زید کیا ہے فقیہ ہے یا طبیب ہے؟"، چنانچہ سوال "ماتعبدون من بعدی" یہ بنیاد سے ہی ان کے معبود کے بارے میں سوال ہے یعنی گویا کہ جس چیز کے بارے میں سوال پوچھا جا رہا ہے اس کے بارے میں پہلے کچھ نہیں جانتے تھے اس لیے ان کا جواب تقلید اور ایسی معلومات پر مبنی نہیں جس کی دلیل نہ ہو، بلکہ یہ یہ قطعی علم پر مبنی جواب ہے۔

" آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ " ابراہیم اور اسحاق، یعقوب کے باپ دادے ہیں جو ان کو "آبا" کہنے سے ہی واضح ہے اور اسماعیل علیہ السلام یعقوب کے چاچا تھے، عرب چاچا کو بھی "آبا" کے معنی میں لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(عم الرجل صنو ابیہ)" آدمی کا چاچا باپ کی طرح ہے"۔ عباس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:(هذا بقیۃ آبائی)" یہ میرے آبا میں سے باقی ہے"۔

5۔ آخری آیت میں یہود اور نصاری سے خطاب ہے کہ ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق اور ان کے بیٹوں پر یہ بہتان لگانے سے اجتناب کریں کہ وہ یہودی اور نصرانی تھے، ان کو اپنے ساتھ مت ملاؤ یا اپنے آپ کو یہ گمان کرتے ہوئے ان سے مت ملاؤ کہ اس سے تمہارا مرتبہ بلند ہو گا۔ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہ ایک جماعت تھی جو اپنے نیک اعمال لے کر گزر چکی۔ تم اپنی بد اعمالیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہو اور اس نیک جماعت کے اعمال کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ تمہارا حساب ان کے اعمال سے نہیں ہو گا بلکہ تمہارے اپنے اعمال سے ہو گا، جن کو قیامت کے دن ترازو میں رکھا جائے گا۔ اور یہ سوچ کر اپنے آپ کو انبیاء کے ساتھ جوڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ان کے نیکیوں کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا اور نہ ہی اس سے تمہارے گناہ معاف ہوں گے۔

(تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلاَ تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ) " یہ جماعت تھی جو گزر چکی اس نے جو کمایا اس کا ہے اور تم نے جو کمایا تمہارا ہے اور ان کے اعمال کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا"۔

" امۃ" ایک مشترک لفظ ہے۔ یہ واحد پر اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ خیر کا راہنما ہو اور صاحب شان ہو۔ (إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ) "بے شک ابراہیم ایک امت تھے اللہ کے فرمان بردار اور یکسو تھے مشرکین میں سے نہیں تھے"(النحل:120)۔ اس کا اطلاق دین اور ملت پر بھی ہوتا ہے۔ (إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ) "ہم نے اپنے آبا کو ایک دین پر پایا"(الزخرف:23)۔ اسی طرح یہ وقت اور مدت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے (وادّکر بعد امّۃٍ) " ایک عرصے بعد ان کو یاد آیا"(یوسف:45) ۔ قرینہ سے ہی اس کا معنی واضح ہو گا۔ یہاں یہ لوگوں کی جماعت کے معنی میں ہے کیونکہ بات ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب، ان پر ایمان لانے والوں، ان کی پیروی کرنے والوں اور ان کے بیٹوں کی ہو رہی ہے ۔ یہ اللہ کے اس فرمان کی طرح ہے(ولتکن منکم امۃ)" اور تم میں ایک جماعت ہونی چاہیے"(آل عمران:104) اور اللہ کا یہ فرمان کہ (ومن قوم موسی امۃٌ یھدون)" اور موسی کی قوم میں ایک جماعت ہدایت یافتہ ہے" (الاعراف: 159)۔

"خلت" یعنی موت کے ذریعے گزر گئے۔ مرنے والے کے لیے خلا کہا جاتا ہے یعنی دنیا سے خالی اور دستبردار ہو گیا، اپنے اہل عیال اور الفت کی جگہ سے جدا ہوا۔ اس کی اصل "خلاالرجل" ہے یعنی جب آدمی اس جگہ گیا جہاں کوئی مانوس نہیں اور لوگوں سے الگ ہو گیا خلوت اختیار کی۔

فولادی استقامت اور ارادہ وہ پہاڑ ہے جس سے ٹکرا کر جبر پاش پاش ہو گیا ہے

تحریر: مصعب عمیر، پاکستان

شام کے مسلمانوں کا انتہاء درجہ کے ظلم و ستم اور جبر کے خلاف استقامت کا مظاہرہ کرنا قابلِ تقلید ہے۔ شام کے جابر، بشار الاسد نے گرفتاریوں، تشدد یہاں تک کہ خواتین کی عصمت دری اور بچوں کے اغوا کے ذریعے ان کے استقامت اور ارادے کو توڑنے کی کوشش کی۔ لیکن جب وہ مسلمانوں کے استقامت اور ارادے کو توڑنے میں ناکام رہا، تو امریکہ میں اس کے آقاؤں نے شام کے جابر کے دفاع کے لئے اپنے دیگر ایجنٹوں کو حرکت میں لے آیا جن میں سب سے آگے ایران ہے تا کہ شام کے مبارک انقلاب کو اس کی منزل پر پہنچنے سے روکا جاسکے۔ لیکن پھر جب اس سے بھی بات نہ بنی تو امریکہ نے روس سے بات کی کہ بشار کی جانب سے اپنے لوگوں پر ایک عرصے سے جاری بیرل بموں کی بمباری کے ساتھ ساتھ وہ بھی شامی مسلمانوں پر جدید ترین اسلحہ سے بمباری کر کے اس کے جرائم میں اپنا حصہ ڈالے۔ اور پھر اس کے بعد انقلاب کے دشمنوں نے بھوک کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا، شہروں کے محاصرے کیے اور شہریوں کو مجبور کیا کہ وہ اپنے بھوک سے بلکتے بچوں کی چیخیں سنیں، اور یہ محصور شہری اپنی بھوک مٹانے کے لئے درختوں کے پتوں کو بارش کے پانی میں بھگو کر کھانے لگے۔

اسلام سے اس مثالی وفاداری نے اہم عالمی طاقتوں کو اس حد تک خبردار کر دیا ہے کہ وہ ہر جگہ، اُردن سے قازقستان تک، خلافت کی پکار کو کچلنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اس پکار نے پوری دنیا میں مسلمانوں کو شدید متاثر کیا ہے اور خصوصاً خلافت کے داعیوں کو جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اپنی کوششوں میں تیزی لے آئے ہیں۔ یقیناً اس قسم کی فولادی استقامت اور ارادہ خوفزدہ اور تھکے ہوئے لوگوں کو قوت فراہم کرتا ہے اور یہی وہ فولادی استقامت اور ارادہ ہے جو نبوت کے طریقے پر خلافت کو واپس لائے گا اور پوری امت کو جلا بخشے گا کہ وہ پوری انسانیت تک اسلام کے پیغام کو لے کر جائیں۔

یہی وہ فولادی استقامت اور ارادہ ہے جو آنے والے دور کے لئے ضروری ہے اور یہ وقت جلد ہی نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے ساتھ آجائے گا۔ شام کے مسلمانوں نے باقی تمام مسلمانوں کو وہ اہم اسباق اور پیغامات یاد دلائے ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کے سامنے رکھے ہیں۔ وہ الفاظ جو جانے پہچانے ہیں اور انہیں لوگ پڑھتے چلے آرہے ہیں لیکن ان کے اثرات کو تھکی ماندہ روحوں اور جسموں کو گرمانے سے روک دیا گیا تھا۔ ان اسباق کو کھلے دل اور اخلاص کے ساتھ اختیار کرنا ضروری ہے۔ ان اسباق پر عمل کرنا ضروری ہے تا کہ اس دنیا میں ہم آگے بڑھیں، جابر کے خلاف کامیابی حاصل کریں اور انسانیت پر گواہ بن جائیں۔

آئیں ہم خندق میں مارے جانے والے لوگوں کا ذکر کریں، اور وہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ جو اس عذاب سے کچھ مختلف ہے جس کا سامنا آج شام کے مسلمان کر رہے ہیں۔ ابنِ اسحاق سے روایت ہے کہ نجران کے لوگ اس وقت ایمان لے آئے جب ایک بچے نے انہیں اسلام کو قبول کرنے کو کہا اور جابر نے اس بچے کو قتل کر دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ "پھر بادشاہ اپنی فوج کے ساتھ ان کے پاس پہنچا اور انہیں بت پرستی کی دعوت دی۔ اس نے ان سے کہا کہ یا تو بت پرستی اختیار کر لو یا پھر قتل ہو جاؤ، اور انہوں نے قتل ہو جانے کو قبول کیا۔ لہٰذا اس بادشاہ نے ایک خندق کھدوائی اور کچھ لوگوں کو اس خندق میں آگ میں ڈال کر مار ڈالا جبکہ دیگر کو تلوار سے قتل کیا۔ اس نے اس قتل عام کے ذریعے ایک مثال قائم کی اور وہ اس وقت تک قتل کرتا چلا گیا یہاں تک کہ اس نے تقریباً بیس ہزار لوگوں کو قتل کر دیا"۔ یہ تھا وہ بادشاہ اور اس کی فوج جس کے متعلق اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو آگاہ کیا تھا اور آج شام کے جابر اور اس کی فوج کی مثال اسی بادشاہ اور اس کی فوج کی سی ہے۔

ہم شام کے مسلمانوں کو پہنچنے والی تکالیف کے خاتمے کے لئے دعا گو ہیں، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان پر غور بھی کرتے ہیں کہ، ﴿قُتِلَ أَصْحَـٰبُ الأُخْدُودِ * النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ * إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ * وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ * وَمَا نَقَمُواْ مِنْهُمْ إِلاَّ أَن يُؤْمِنُواْ بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ * الَّذِى لَهُ مُلْكُ السَّمَـٰوَتِ وَالأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ﴾، "خندق والے ہلاک کیے گئے۔ وہ ایک آگ تھی ایندھن والی۔ جبکہ وہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے تھے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اس کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔ یہ لوگ ان مسلمانوں (کے کسی اور گناہ کا) بدلہ نہیں لے رہے تھے، سوائے اس کے کہ وہ اللہ غالب لائق حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے۔ جس کے لئے آسمان و زمین کا ملک ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے ہر چیز" (البروج: 8-4)۔

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بتایا کہ خندق والوں کے ساتھیوں پر اللہ نے لعنت کی، یہ وہ لوگ تھے جو کفار میں سے ہی تھے، ایمان والوں کے پیچھے گئے اور انہیں اپنا دین چھوڑنے کے لئے مجبور کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ایمان والوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، تو انہوں نے خندق کھودی، اس میں زبردست آگ لگائی اور اس میں ایندھن ڈالا تا کہ وہ جلتی رہے۔ پھر انہوں نے دوبارہ ایمان والوں کو دین چھوڑنے پر مجبور کیا لیکن انہوں نے اب بھی انکار کیا اور پھر ان سب کو آگ میں ڈال دیا گیا۔

آج ہم شام کے مسلمانوں کے لئے روتے ہیں جو بیرل بموں اور میزائل حملوں میں جل کر شہید ہو رہے ہیں، تو ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایمان والوں کو جابر سزا دیتا ہے صرف اس لئے کہ وہ اپنی دین سے مکمل وفادار ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، ﴿وَمَا نَقَمُواْ مِنْهُمْ إِلاَّ أَن يُؤْمِنُواْ بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ "یہ لوگ ان مسلمانوں (کے کسی اور گناہ کا) بدلہ نہیں لے رہے تھے، سوائے اس کے کہ وہ اللہ غالب لائق حمد کی ذات پر ایمان لائے تھے" (البروج:8)۔ مطلب یہ کہ انہوں نے ان لوگوں کے مطابق کوئی گناہ نہیں کیا تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے، اللہ ان لوگوں کے ساتھ ناانصافی نہیں کرتا جو اس کا ساتھ چاہتے ہوں۔ وہ سب سے زیادہ عظیم ہے اور اس ہی کی سب سے زیادہ تعریف کی جانی چاہیے۔ اور ہم یاد کرتے ہیں کہ اللہ جانتے ہیں کہ ان پر ایمان لانے والوں کے ساتھ کفار کیا کرتے ہیں- وہ سب سے زیادہ عظیم ہے اور اس ہی کی سب سے زیادہ تعریف کی جانی چاہیے- اور یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام امور پر مکمل غالب ہیں اور وہ فتح و کامرانی بھیجیں گے تا کہ ایمان والوں کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچے اور جابروں کے کلیجے اس وقت خوف سے پھٹ جائیں جب وہ اپنے غرور و تکبر کے بلند ترین مقام پر ہوں گے۔

کوئی شک نہیں کہ فولادی استقامت اور ارادہ ہی وہ پہاڑ ہے جس سے ٹکرا کر جبر پاش پاش ہو جاتا ہے، اور یہی ہے وہ سبق جو ہمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے الفاظ میں ملتا ہے۔ اور یہی ہے وہ سبق جس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت تک پہنچایا ہے جب انہوں نے ہمیں جابر کا سامنا کرتے ہوئے کبھی نہ جھکنے کا کہا اور ایسا کرنے کے اچھے نتائج سے باخبر بھی کیا۔ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ، شكونا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يومئذ متوسد بردة في ظل الكعبة، فقلنا: ألا تستنصر لنا؟ ألا تدعوَ لنا؟ فقال: «قد كان الرجل فيمن كان قبلكم يؤخذ فيحفر له في الأرض، فيجاء بالمنشار على رأسه فيجعل بنصفين فما يصده ذلك عن دينه، ويمشط بأمشاط الحديد ما دون عظمه من لحم وعصب فما يصده ذلك، والله ليتمنَّ الله عز وجل هذا الأمر حتى يسير الراكب من صنعاء إلى حضرموت لا يخاف إلا الله تعالى، والذئب على غنمه، ولكنكم تستعجلون» "ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس وقت شکایت کی جب وہ کعبہ کے سائے میں ایک کپڑے پر سر رکھے لیٹے تھے۔ ہم نے کہا: آپ اللہ سے ہماری مدد کی درخواست نہیں کرتے؟ آپ ہمارے لئے دعا نہیں کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے ایک شخص کو پکڑ لیا جاتا اور زمین میں اس کے لئے گڑھا کھودا جاتا، آری اس کے سر پر رکھی جاتی اور اس کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے، لیکن یہ بھی اسے اس کے دین سے دست بردار نہیں کروا پاتی، اور اس کے جسم پر لوہے کی کنگھیاں چلائیں جاتیں کہ ہڈیاں چھوڑ کر پورے جسم کا گوشت اتر جاتا، لیکن یہ بھی اسے اس کے دین سے دست بردار نہیں کروا پاتی۔ اللہ کی قسم، اللہ اس معاملے (اسلام) کو مکمل کرے گا یہاں تک کہ ایک مسافر صنعاء سے حضرموت تک سفر کرے گا، اور اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے یا اپنی بھیڑوں پر بھیڑیے کے علاوہ کسی چیز کا خوف نہیں ہو گا" (احمد)۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابیوں سے کہا جو کہ پوری امت میں سب سے بہترین ہیں، «كونوا كحواريي عيسى بن مريم، رفعوا على الخشب وسمروا بالمسامير وطبخوا في القدور، وقطعت أيديهم وأرجلهم وسُمِّرت أعينهم، فكان ذلك البلاء والقتل في طاعة الله أحب إليهم من الحياة في معصية الله» "عیسیٰ ابن مریم کے ساتھیوں جیسے ہونا، انہیں لکڑی کے تختوں پر کیلوں سے ٹھوک کر اُٹھایا گیا، کڑھائیوں میں ڈال کر اُبالا گیا اور ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں کیلیں ٹھونک دی گئیں، لیکن انہیں اللہ کی اطاعت میں اس دنیا میں یہ ظلم و ستم اور ہلاکت عزیز تھی بنسبت اللہ کی نافرمانی کرنے کے"۔

ہم میں سے ہر ایک کو ان اسباق سے سبق لینا چاہیے اور جہاں کہیں بھی ہوں اسلام کے لئے ہم میں بھی وہی استقامت اور ارادہ ہونا چاہیے جس کا مظاہرہ شام کے مسلمانوں نے کیا ہے۔ ہمیں پوری کوشش کرنی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس دنیا میں کامیابی اور آخرت میں بھی کامیابی عطا فرمائے جب گواہ لائیں جائیں گے، کوئی اللہ کی طاقت سے فرار حاصل نہ کر سکے گا اور کوئی اللہ کی مخالفت نہ کر سکے گا۔

بقیہ صفحہ 14 پر

صرف اسلام ہی جرائم کی بڑھتی ہوئی شرح کو قابو کر سکتا ہے

تحریر: انجینئر وقاص

جب بھی سرمایہ داریت کے نظام حکومت، جمہوریت کے تحت کسی بھی ملک کا نظام چلایا جاتا ہے تو وہاں جرائم کی شرح بہت زیادہ ہوتی ہے۔ پاکستان بھی اس امر کی ایک مثال ہے۔ ٹارگٹ کلنگ سے لے کر اغواء تک اور زیادتی سے لے کر ڈکیتی تک معاشرہ جرائم کی خبروں سے بھرا پڑا ہے۔ اس سے بھی زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ بہت سے مجرم اپنے اثر و رسوخ اور حیثیت کی بنا پر آزاد گھوم رہے ہیں۔ درحقیقت کئی مواقع پر تو مجرموں کی پشت پناہی حکومتی حلقوں کی جانب سے کی جا رہی ہوتی ہے جس کے نتیجے میں عدل ایک ناممکن سی بات لگتی ہے۔ تاہم جرائم کو قابو کرنے کے حل پر بات کرنے سے پہلے یہ بہت ضروری ہے کہ ان پہلوؤں پر نظر ڈالی جائے جو لوگوں کو جرائم پر اکساتے ہیں۔

لوگوں کی بنیادی ضروریات کا پورا نہ ہونا ایک وجہ ہے جو انھیں جرائم کرنے پر مجبور کرتا ہے، جب کوئی شخص حلال وسیلے سے اپنے خاندان کا پیٹ بھرنے سے قاصر ہو جائے تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی غیر قانونی طریقے سے اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ خاص طور پر جب ریاست لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے پر توجہ نہیں دیتی تو عوام اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے غیر قانونی طریقوں کی مدد لیتی ہے۔ سو جس قوم میں غربت عام ہو اور ریاست کی جانب سے لوگوں کی بنیادی ضروریات زندگی پوری نہ کی جا رہی ہوں تو اس قوم میں جرائم کی شرح کا بڑھنا فطری عمل ہے۔

جرائم کی شرح میں اضافے کا دوسرا سبب معاشرے میں مادی نظریات کی بھرمار ہے جب دولت اور شہرت کو عزت و کامرانی کی علامت سمجھا جائے تو ہر شخص مادی کامیابی کی دوڑ میں شامل ہو جاتا ہے اور اسکے حصول کے لیے غیر قانونی طریقے اپنانے کو کوئی برا نہیں سمجھتا۔ جب میڈیا اور نصاب کے ذریعے بااثر اور دولتمند افراد کو شہرت دی جاتی ہے تو عام آدمی اسی مقام کو حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگ جاتا ہے۔ انسانی، اخلاقی اور روحانی اقدار کو انکی اصل اہمیت نہیں دی جاتی۔ پاکستان میں بھی اس بات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ سادگی اور میانہ روی کی کوئی وقعت نہیں اور میڈیا پر اسراف اور نمود و نمائش کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے جس کے باعث عام آدمی اسی نمود و نمائش کو اہمیت کا حامل سمجھنے لگتا ہے۔ جرائم کی روک تھام کے لئے ریاست سزاؤں کا نظام وضع کرتی ہے۔ مگر پاکستان سمیت دنیا بھر کے دوسرے ممالک میں عدلیہ کا نظام ہونے کے باوجود جرائم کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ عدلیہ کا نظام کئی مجرموں کو سزا دینے سے قاصر ہے جو کھلے عام دندناتے پھرتے ہیں۔ حال ہی میں مقتول زین کی ماں نے بیان دیا ہے کہ "میں نے مجرموں کو معاف نہیں کیا مگر میں ان بااثر مجرموں سے لڑ نہیں سکتی کیونکہ میری دو بیٹیاں ہیں۔" یاد رہے کہ زین قتل کیس میں گواہوں نے مصطفیٰ کانجو کے خلاف بیان دیا تھا مگر بعد میں تمام گواہوں نے دباؤ میں آکر اپنے بیان سے انحراف کر لیا تھا۔ اسی طرح اس سے پہلے شاہ زیب قتل کیس بھی لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہا مگر ہمیشہ کی طرح بااثر مجرم قانون کی پکڑ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ شاہ زیب کے قاتل رہا ہو گئے کیونکہ وہ مقتول کے خاندان اور عدلیہ پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ اس سے بھی زیادہ سنگین کیس لاپتہ افراد کے ہیں جنہیں ریاست نے بغیر کسی وارنٹ اور اطلاع کے حراست میں لے رکھا ہے جبکہ ان افراد کے عزیز و اقارب عدالتوں کے چکر لگانے پر مجبور ہیں باوجود اس کے کہ انہیں اپنے کیسوں کے لیے نئی تاریخوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو رہا۔ کہتے ہیں کہ جمہوریت بہترین انتقام ہے مگر پاکستان میں آمریت اور جمہوری دور میں کوئی فرق نہیں دیکھا گیا۔

وہ کیا وجوہات ہیں جن کے سبب عدالتی نظام میں ناانصافی ممکن ہوتی ہیں؟ جب ہم اس نظام کا بغور جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ حکمرانوں کے پاس قانون سازی کا اختیار ہونا ان کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ نئے قوانین کے ذریعے اپنے جرائم کو قانونی تحفظ فراہم کر سکیں۔ اسی امر کے نتیجے میں آرٹیکل 248 جیسے قوانین بنائے جاتے ہیں، آرٹیکل 248 جو صدر اور گورنر کو یہ آزادی دیتا ہے کہ انہیں عدالت میں طلب نہیں کیا جاسکتا۔ اس طرح نیشنل ایکشن پلان اور Pakistan Protection Act (POPA) جیسے قوانین جنم لیتے ہیں جو اس امر کو قانونی بناتے ہیں کہ تفتیش کے نام پر کسی بھی شخص کو خفیہ حراست میں رکھا جاسکتا ہے اور اسے مار پیٹ کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے اور اس کے لیے اس شخص کے مجرم ہونے کا ثبوت ہونا ضروری نہیں صرف شک کی بنیاد پر اسے حراست میں لیا جاسکتا ہے جبکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ مگر یہ سب صرف اس لئے ممکن ہے کہ جمہوریت میں حکمران اپنی مرضی کے قوانین بنانے کے لیے آزاد

ہوتے ہیں اور ایسے قوانین کو "وقت کے تقاضے" کا نام دے کر عوام کو انہیں ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کسی شخص کو عدالت کی جانب سے پھانسی کی سزا سنائی گئی ہو تو صدر کو قانونی اختیار ہے کہ وہ اسے معاف کر دے، درحقیقت صدر کسی بھی قاتل کو اپنی مرضی کے مطابق معاف کر سکتا ہے۔ مختصراً جب قوانین بنانے کا اختیار پارلیمنٹ کے پاس ہو تو جابرانہ اور ظالمانہ قوانین جائز بنانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ حال ہی میں سندھ اسمبلی میں پاس ہونے والا SPC بل اس بات کا ثبوت ہے۔

مزید یہ کہ پاکستان میں تحقیقاتی عدالتی نظام کے بجائے مقابلاتی عدالتی نظام رائج ہے۔ مقابلاتی نظام میں عدالت مدعی اور ملزم کو مدمقابل لا کھڑا کرتی ہے جس کے نتیجے میں وکلاء پر انحصار کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ تحقیقاتی عدالتی نظام میں عدالت خود حقائق کی جانچ پڑتال کرتی ہے اور قاضی کا کردار محض دو وکلاء کے درمیان بہتر دلائل دینے والے کے حق میں فیصلہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کا کام سچ کی تہہ تک پہنچنا ہوتا ہے۔ مقابلاتی عدالتی نظام میں انصاف کے فیصلے کی بنیاد کسی بھی وکیل کی طرف سے دیئے جانے والے دلائل پر مبنی ہوتا ہے اگر کوئی وکیل عدالت کے سامنے مؤثر دلائل دینے اور عدالت کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کے حق میں فیصلہ سنا دیا جاتا ہے۔ اس عدالتی نظام کے تحت ہونے والے اکثر و بیشتر مقدمات میں کوئی پیش رفت نہیں ہو پاتی کیونکہ بہت سے غریب وکیلوں کی فیس ادا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اور وکلاء کے بغیر اس عدالتی نظام میں انصاف کی فراہمی ممکن نہیں ہے۔ ایک عام آدمی زیادہ تر مقدمات میں اس لیے کامیاب نہیں ہو پاتا کیونکہ وہ مہنگا اور قابل وکیل رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ امریکہ جیسے بڑے جمہوری ملک میں بھی متعدد مقدمات عدالتوں میں وکلاء کی عدم فراہمی کے باعث پیش نہیں کیے جاتے۔

اس کے علاوہ وکلاء کی مہنگی فیسیں بھی عام آدمی کی مشکلات میں اضافہ کرتی۔ اگر آپ وکیل کو ایک بھاری رقم ادا نہیں کرتے تو وہ آپ کے کیس کو آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ اس کے نتیجے میں غریب عوام یا تو قرضے لینے پر مجبور ہو جاتی ہے یا ان کے پاس دوسرا حل جیل کی سلاخوں کے پیچھے زندگی گزارنا ہوتا ہے۔ جیل میں موجود ایک بڑی تعداد سزا یافتہ مجرموں کے بجائے ان لوگوں کی ہے جو ملزم ہیں اور ضمانت نہ ملنے کے باعث جیل میں سڑ رہے ہیں۔ یہاں اس بات کی یاددہانی ضروری ہے کہ یہ صرف پاکستان کے حالات نہیں ہیں بلکہ بھارت اور امریکہ جو کہ دنیا کی بڑی جمہوری قوتیں ہیں وہاں بھی عدلیہ کے نظام کا یہی حال ہے۔

اس کے علاوہ جیلوں کا اپنا نظام بھی کرپشن سے بھرپور ہے جہاں غریب غرباء تو مخدوش حالت میں جیل کاٹتے ہیں جبکہ امراء اور سیاستدان A اور B کلاس جیلوں میں رہتے ہیں جہاں انہیں ہر طرح کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں ایک لمحے کو سوچیں کہ آپ کو صرف اس وجہ سے جیل کی سلاخوں کے پیچھے زندگی گزارنا پڑے کہ کسی بااثر شخص نے آپ کے خلاف FIR درج کرائی ہو اور آپ کے پاس ضمانت کے لیے پیسے نہ ہوں۔ اس عدالتی نظام میں کسی بھی شخص کو محض شک کی بنا پر جیل میں ڈالا جا سکتا ہے چاہے اس پر جرم ثابت بھی نہ ہوا ہو۔ اسی لیے یہ کہاوت مشہور ہے کہ اس عدالتی نظام میں جیت کے لیے تین چیزیں درکار ہیں، حضرت نوح علیہ السلام کی عمر، قارون کا خزانہ اور حضرت ایوب علیہ السلام جیسا صبر۔ ملزمان پر کیا جانے والا تشدد معاملے کی سنگینی کو اور بھی بڑھا دیتا ہے۔ بہت سی دفعہ تو ملزمان جیل سے نکل کر عادی مجرم بن جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ سیشن کورٹ میں دیے گئے فیصلے کو ہائی کورٹ اور ہائی کورٹ میں دیے گئے فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جا سکتا ہے اور یوں معمولی کیسوں کے فیصلے بھی کئی سال گزر جانے کے باوجود نہیں ہو پاتے۔ یہاں تک کہ وراثت اور کرپشن جیسے عام کیس بھی کئی دہائیوں تک فیصلے کے منتظر رہتے ہیں۔ اور اگر کسی عام شخص کا کیس کسی بااثر شخص کے خلاف ہو تو اس طویل عرصے میں کہ جب تک عدالت کوئی بھی فیصلہ کرے وہ بااثر شخص عام آدمی کو دھمکانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ کئی موقعوں پر تو مدعی کو قتل تک کر دیا جاتا ہے۔ گواہوں کو قتل کرنا بھی ایک عام سی بات ہے۔ اگر گواہوں کو قتل نہ کیا جائے تو انہیں اس حد تک دھمکایا جاتا ہے کہ وہ اپنے بیان سے انحراف کر لیتے ہیں۔ اس کی مثال حال ہی میں ہونے والا آیان علی کا کیس ہے جس میں وہ امریکی ڈالر دبئی سمگل کرتے ہوئے پکڑی گئی تھی مگر کیس کو اتنا لٹکایا گیا اور اس کے دوران اس کسٹم آفیسر کو جس نے آیان علی کو رنگے ہاتھوں پکڑا تھا، قتل کروا دیا گیا۔ یہ مسائل صرف پاکستانی عدلیہ کے ساتھ نہیں ہیں بلکہ امریکہ اور بھارت جیسی بڑی جمہوری طاقتوں میں بھی یہی مسائل ہیں، جو گوانتاناموبے جیل جیسے اداروں کی پشت پناہی کرتے ہیں اور دہلی جیسے بڑے شہر میں خواتین کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہیں۔ ان حالات کے پیش نظر سمجھا جاتا ہے کہ سخت سزاؤں کے ذریعے معاشرے میں عدل کو یقینی بنایا جا سکتا ہے مگر سخت سزائیں جرائم کو ایک حد تک روکنے میں کامیاب تو ہو سکتی ہیں مگر یہ جرائم کو جڑ سے ختم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

اسلام میں جرائم کی روک تھام کا ایک منفرد نظام ہے۔ درحقیقت اسلام لوگوں کو سزا دینے سے زیادہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ معاشرے میں موجود لوگوں کی تربیت ایسے انداز سے کی جائے کہ وہ جرائم کی طرف

راغب نہ ہوں۔ اسلام میں سزاؤں کو آخری حربے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ "حدود کو جس حد تک ممکن ہو روکو، اگر تم مسلمان کے لیے کوئی راستہ نکال سکو تو اس کو آزاد کر دو، قاضی کے لیے بہتر ہے کہ وہ مجرم کی معافی میں غلطی کر دے بجائے اس کے کہ وہ ایک معصوم کو سزا سنا دے" (ترمذی، احمد)۔ دوسرے الفاظ میں اسلام کسی شخص کو شک کی بنیاد پر سزا نہیں دیتا۔ اسلام میں سزاؤں کے نظام کو سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام کیسے لوگوں کے مسائل کا حل نکالتا ہے تا کہ برائی کو جڑ سے ختم کیا جاسکے۔

موجودہ معاشرے سے بر عکس، جہاں دولت اور شہرت کامیابی کی ضمانت ہیں، جہاں بنیادی ضروریات کا حصول ایک مشکل امر ہے اور جہاں عدلیہ صرف اُمراء کے لیے ہے، اسلام تقویٰ کو کامیابی کا معیار قرار دیتا ہے۔ اسلام عوام میں تعلیمی نظام اور میڈیا کے ذریعے تقوے کے حصول کو مقصد حیات کے طور پر پیش کرتا ہے اور لوگوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس طرح لوگ بالعموم خدا کے خوف کی وجہ سے برائی سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک رات گشت کر رہے تھے تو انھوں نے ایک گھر سے ایک بیٹی کو اپنی ماں سے گفتگو کرتے سنا جس میں وہ انکو دودھ میں پانی ملانے سے روک رہی تھیں۔ والدہ نے کہا لوگ تو نہیں دیکھ رہے۔ جواب میں بیٹی نے کہا مگر اللہ دیکھ رہا ہے۔

اس کے علاوہ عام آدمی اس لیے بھی گناہ سے دور رہتا ہے کہ گناہ کے بارے میں عوام الناس کی رائے اچھی نہیں ہوتی۔ موجودہ دور میں دولت اور شہرت کو ہی کامیابی سمجھا جاتا ہے اس لیے لوگ اس کے حصول کے لیے اپنائے جانے والے غلط راستوں کو برا نہیں سمجھتے۔ میڈیا حکومتی پالیسیوں پر عمل درآمد کرتے ہوئے اداکاروں، رقاصاؤں، کرپٹ سیاستدانوں اور مافیا کے لوگوں کو فروغ دیتا ہے جبکہ سائنسدانوں، دانشوروں اور مخلص لوگوں کو کسی خاطر میں نہیں لایا جاتا۔ جس کے نتیجے میں لوگ گناہ کے راستوں پر چلنے کے لیے زیادہ آمادہ نظر آتے ہیں۔ بااثر سیاستدانوں اور حکمرانوں کو تحفظ فراہم کیا جانا جبکہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان جیسے سائنسدان کو نظر بند کر دیا جانا عوام میں یہ تاثر چھوڑتا ہے کہ کامیاب ہونے کے لیے غلط راستہ

خلیفہ بننے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک اللہ کے اذن سے میں اس کو اس کا حق نہ لوٹا دوں، اور تم میں سے طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں اللہ کے اذن سے اس سے اپنا حق وصول نہ کر لوں۔"

اختیار کرنے میں بہتری ہے۔ جبکہ اگر صحیح غلط کا تعین اللہ کے حکم کے مطابق کیا جائے تو لوگ گناہ کے کاموں سے خود کو بچائیں گے اور کامیاب ہونے کے لیے صرف حلال طریقے اپنائیں گے۔ اور اگر ان سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہو بھی جائے تو اس پر فخر کے بجائے شرمندگی محسوس کریں گے اور اس سے توبہ کریں گے۔

رسول اللہ کی حدیث ہے کہ " تُبَايِعُونِي... فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ، وَمَنْ أَصَابَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَعُوقِبَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ" مجھے بیعت دو... جو کوئی بھی اپنی بیعت پوری کرے گا اس کا اجر اللہ سے پائے گا اور جو شخص کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے اور پھر اس کی شرعی سزا پالے تو یہ یوم آخرت اس گناہ کا کفارہ بنے گا"۔

اگر حکومتی سطح پر حرام کو منع کیا جائے اور حلال آمدنی اور حلال طریقوں کو مختلف قوانین کے ذریعے آسان بنایا جائے تو فطری طور پر گناہوں میں کمی دیکھی جائے گی۔ مثال کے طور پر اگر نکاح پر زور دیا جائے اور اس کے لیے اسباب مہیا کیے جائیں اور معاشرے میں عورتوں اور مردوں کا غیر ضروری اختلاط، میڈیا پر پیش کی جانے والی فحش نشریات، بے پردگی اور ویلنٹائن ڈے جیسی خرافات پر پابندی عائد کر دی جائے تو خود بخود زیادتی اور جنسی طور پر ہراساں کرنے کے واقعات میں کمی دیکھی جائے گی۔ اس طرح بنیادی ضروریات کا پورا نہ ہونا بھی جرائم کی شرح میں اضافے کی ایک وجہ ہے۔ پاکستان میں تھر اور بلوچستان کے علاقوں میں عوام بنیادی ضروریات سے محروم ہیں باوجود اس کے کہ پاکستان مادی ذخائر سے مالا مال ہے۔ پاکستان میں غربت کو ایک عام سی بات سمجھا جاتا ہے اور احتساب کی غیر موجودگی میں حکمران غربت کو ایک نا قابل حل مسئلہ بنا کر پیش کرتے ہیں اس کے بر عکس اسلام میں خلیفہ پر یہ لازم ہے کہ وہ لوگوں کو ان کی بنیادی ضروریات فراہم کرے اور انہیں ایسے مواقع فراہم کرے کہ وہ حلال طریقے سے مزید آسائشوں کے حصول کے لیے کوشش کر سکیں۔ یہ اسلام ہی تھا جس کی حکمرانی میں وہ دور بھی آیا تھا کہ جب زکوٰۃ ادا کرنے والے تو موجود تھے مگر زکوٰۃ لینے والا ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتا تھا۔ یہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا دور تھا جس

میں یحییٰ بن سعد کو افریقہ میں زکوٰۃ جمع اور تقسیم کرنے کا کام سونپا گیا تھا مگر انہیں تمام زکوٰۃ اکٹھی کر کے آنا پڑا کیونکہ وہاں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں تھا۔ چنانچہ اگر اللہ کا خوف لوگوں میں ڈالا جائے، مخلص لوگوں کو فروغ اور مجرموں کی حوصلہ شکنی کی جائے، عوام میں حلال و حرام کی بنیاد پر رائے عامہ ہموار کی جائے نہ کہ دولت و شہرت کی بنیاد پر اور لوگوں کو ان کی بنیادی ضروریات زندگی فراہم کی جائیں تو جرائم میں واضح طور پر کمی دیکھی جائے گی اور پھر بھی کوئی شخص جرائم سے نہ رکے تو سزاؤں کا نظام مجرم کو سزا دینے اور مظلوم کو انصاف فراہم کرنے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ اسلام میں سزائیں آخری حربے کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ شرعی سزائیں گناہ کے کفارے کا کام بھی کرتی ہیں جس سے گناہ گار آخرت کی سزا سے بچ جاتا ہے، جبکہ موجودہ نظام عدل میں دی جانے والی سزائیں شرعی نہیں ہیں۔

اسلامی نظام عدل میں قاضی قانون سے بالاتر نہیں ہوتا اس لیے اگر وہ اپنے عہدے کا غلط استعمال کرتا ہے تو اس کا احتساب کیا جاتا ہے اور اسے سزا دی جاتی ہے جو کہ موجودہ نظام میں دیکھنے کو نہیں ملتا، قاضی پر لازم ہوتا ہے کہ وہ حلال و حرام کی بنیاد پر لوگوں کے درمیان انصاف کرے۔ حدیث نبوی ہے کہ ((الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، وَالْمُسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ، إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا)) "مسلمانوں کے درمیان صلح جائز ہے سوائے اس کے جو شرعی کو غیر شرعی بنادے اور غیر شرعی کو شرعی اور مسلمان اپنی شرائط پر قائم رہنے کے پابند ہیں سوائے ان شرائط کے جو شرعی کو غیر شرعی بنادے اور غیر شرعی کو شرعی۔"

اسلامی نظام عدل میں قاضی صرف قرآن و سنت کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہے اور وہ اسلامی قوانین میں کوئی ترمیم یا تبدیلی کا مجاز نہیں ہے جیسا کہ موجودہ نظام میں قانون سازی قرآن و سنت کے منافی ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں LFO، NRO اور POPA جیسے قوانین وجود میں آتے ہیں۔ اسلامی قوانین اللہ کے بنائے ہوئے ہیں جو کائنات اور اس میں موجود ہر شے کا خالق ہے، اسی لئے یہ قوانین معاشرے کے کسی حصے کے لیے جانبدار نہیں ہوتے۔ سورۃ ملک میں اللہ کا ارشاد ہے (أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ) "کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ باریک بین ہے اور باخبر ہے۔" احتساب کی موجودگی اور خدا خوفی کی وجہ سے قاضی اپنی ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ لوگوں کے مابین فیصلے کرے نہ کہ کسی مادی مفاد کو سامنے رکھ کر، جیسا کہ آج کل کے عدالتی نظام میں عام طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح ریاست کے ہر شخص کو اس کے رنگ، نسل، جنس، مذہب اور دین سے قطع نظر اس کا جائز حق ملتا ہے۔

> **موجودہ نظام میں قانون سازی قرآن و سنت کے منافی ہوتی ہے، اور LFO، NRO اور POPA جیسے قوانین وجود میں آتے ہیں۔ اسلامی قوانین اللہ کے بنائے ہوئے ہیں جو کائنات اور اس میں موجود ہر شے کا خالق ہے، اسی لئے یہ قوانین معاشرے کے کسی حصے کے لیے جانبدار نہیں ہوتے۔**

جب رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی گئی کہ اس عورت کو جس نے چوری کی تھی چھوڑ دیا جائے کیونکہ اس کا تعلق ایک عزت دار گھرانے سے تھا رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو یہ کہہ کر خبردار کیا ((إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمْ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا)) "تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے برباد ہوئے کہ ان میں سے جب کوئی معزز شخص جرم کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیا کرتے تھے اور جب کوئی کمزور شخص جرم کرتا تو وہ اسے سزا دیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ نے چوری کی ہوتی تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ خلیفہ بننے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ نے فرمایا کہ " تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک اللہ کے اذن سے میں اس کو اس کا حق نہ لوٹا دوں، اور تم میں سے طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں اللہ کے اذن سے اس سے اپنا حق وصول نہ کر لوں۔" امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ " عدالتی کام ایک فریضہ ہے اور ایک سنت جس کی اتباع کی جائے۔ تو جب لوگوں میں سے کوئی تمہارے پاس انصاف کے حصول کے لیے آئے تو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو، تمہارا رویہ، تمہارا انصاف اور تمہارا لوگوں کے درمیان بیٹھنا ایسا ہونا چاہیے کہ باأثر شخص کو تمہارے جانبدار ہونے کی امید نہ ہو، اور نہ ہی کمزور کو تمہارے انصاف سے مایوسی ہو۔"

جمہوریت کے برعکس اسلام میں تحقیقاتی طریقے سے عدلیہ کے نظام کو چلایا جاتا ہے۔ قاضی کی ذمہ داری

ہوتی ہے کہ وہ حقائق کو سامنے رکھے، متعلقہ شرعی احکامات کا جائزہ لے کر فیصلہ کرے۔ وہ محض دو وکلاء کے مابین منصف نہیں ہوتا بلکہ وہ کیس کا ایک اہم حصہ ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے "اگر دو لوگ تمھارے پاس آئیں تو تم ایک کی بات سن کر فیصلہ نہ کرو بلکہ دوسرے کی بات بھی سن لو، تبھی تم فیصلہ کر پاؤ گے (ترمذی، احمد) اور حدیث نبوی ہے کہ "تم میں سے جس کو بھی اللہ قاضی کا عہدہ دے کر آزمائے اسے چاہیے کہ وہ ایک فریق کو اپنے پاس نہ بیٹھنے دے جب تک کہ وہ دوسرے کو اپنے پاس نہ بیٹھا لے قاضی چاہے وہ مرد ہو یا عورت، حنفی ہو یا جعفری، اسے اسلام کے متعلق علم ضرور ہونا چاہیے کیونکہ اس نے اسلام ہی کے ذریعے لوگوں کے مابین معاملات کو حل کرنا ہوتا ہے۔ اور جو اسلام کے علاوہ کسی اور طریقے سے فیصلہ کرے گا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "الْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ: وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ، وَاثْنَانِ فِي النَّارِ، فَأَمَّا الَّذِي فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضَى بِهِ، وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ، فَهُوَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ قَضَى لِلنَّاسِ عَلَى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ" کہ قاضی تین طرح کے ہیں، ان میں سے ایک طرح کے قاضی جنت میں داخل ہوں گے اور دو قسم جہنم کا ایندھن بنیں گے، جنتی وہ ہوں گے جو سچ کو جانیں گے اور اس کے مطابق فیصلہ کریں گے، اور جو سچ کو جانتے بوجھتے غلط فیصلہ کریں گے اور وہ جو سچ کو جانے بنا فیصلہ سنائیں گے وہ سب جہنمی ہیں۔ (ابو داؤد)۔

یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ اگر ہم محض اسلامی سزاؤں کو نافذ کریں لیکن قوانین کو اسلام کے مطابق نہ ڈھالیں تو مکمل نتائج نظر نہیں آئیں گے۔ چنانچہ موجود نظام کو مکمل اسلامی نظام سے تبدیل کرنا لازمی ہے جیسا کہ ماضی میں رہا ہے۔ لہٰذا اسلامی اقتصادی نظام کا نفاذ بھی ضروری ہے تاکہ لوگوں کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ اسلام کے تعلیمی نظام اور میڈیا پالیسی اس بات کی ضامن ہو گی کہ معاشرے میں اسلامی تصورات پھیلیں اور امت حلال و حرام میں تمیز کر سکے۔ مزید یہ کہ اسلام کا معاشرتی نظام عائلی زندگی اور خاندانی نظام کو مضبوط بنائے گا۔ اور ان سب سے بڑھ کر اسلام کے حکومتی نظام کا نفاذ اس بات کو یقینی بنائے گا کہ حکمران جب چاہیں قوانین میں ترمیم کرنے کا اختیار نہیں رکھیں جس کی وجہ سے وہ آج اپنی بدعنوانیوں کو تحفظ دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اسلام کا مکمل نفاذ ہی جرائم کے تدارک کو ممکن بناتا ہے۔

ایسی صورت حال میں جہاں اسلام کے تحت حکمرانی موجود نہ ہو ہم مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ اس کے نفاذ کے لیے جدوجہد کریں۔ اللہ نے فرمایا (فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ) "اور ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی مت کریں جب کہ آپ کے پاس حق آچکا ہے۔" اور فرمایا :(وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ) "اور ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کریں اور ان کی خواہشات کی پیروی مت کریں اور ان سے محتاط رہیں کہ کہیں یہ اللہ کے نازل کردہ بعض احکام میں آپ کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔"

اس آیت میں خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے اور ان کے ذریعے امت کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک ایسے حاکم کو تعینات کریں جو اللہ کے احکام کے مطابق فیصلہ کرے، اور یہ حاکم ایک خلیفہ ہوتا ہے۔ ایک ایسے حاکم کا ہونا جو اللہ کے احکام کے تحت فیصلہ کرے ہم پر فرض ہے۔ مزید یہ کہ اللہ کی حدود اور دیگر احکام کا نفاذ فرض ہے جن کو ایک خلیفہ کے ذریعے نافذ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی منہج پر چلتے ہوئے خلافت کے دوبارہ قیام کی کوشش کریں جس کی واپسی اللہ کے اذن سے قریب ہے۔

بقیہ صفحہ 09 سے

ہمیں جدوجہد کرنی ہے اس یقین کے ساتھ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس قابل ہیں کہ ان لوگوں سے بدلہ لیں سکیں جنہوں نے اللہ کا انکار کیا۔ ہمیں کامیابی کی جانب چلنا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ ہماری مشکلات اور تکالیف کبھی ضائع نہیں ہوتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جابروں کے خلاف ہمارے ساتھ ہے جن کے خاتمے کا وقت یقیناً قریب آچکا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں،

﴿وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ * وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾

"پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا، اور ہم انہیں کو پیشوا اور (زمین) کا وارث بنائیں۔ اور یہ بھی کہ ہم انہیں زمین میں قدرت و اختیار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے تھے" (القصص:6-5)

اوبامہ نے اسلام کے خاتمے کا حکم دیا اور پاکستان کے حکمرانوں نے لبّیک کہا

امریکہ میں سین برناڈینو اور فرانس میں پیرس حملوں کے بعد، امریکی صدر باراک اوبامہ نے مسلمانوں کے عقائد اور اقدار کو تبدیل کرنے کے لئے عالمی مہم کا اعلان کیا۔ اوبامہ نے 6 دسمبر 2015 کو کہا کہ، "ایک انتہا پسند نظریہ پھیل چکا ہے۔۔۔ یہاں (امریکہ) اور دنیا بھر کے مسلم رہنماؤں کو ہمارے ساتھ واضح اور فیصلہ کن طریقے سے کام کرنا ہے۔۔۔ اسلام کی ان تشریحات کو مسترد کرنے کے لئے جو کہ مذہبی رواداری، باہمی عزت اور انسانی وقار جیسی اقدار سے ہم آہنگ نہیں ہیں"۔ اوبامہ کے حکم کے جواب میں راحیل-نواز حکومت جس میں فوجی قیادت بھی شامل ہے، نے امریکہ کے ساتھ اپنی پوری وفاداری کا مظاہرہ کیا۔ 22 دسمبر 2015 کو فوجی قیادت کے اجلاس کے حوالے سے آئی۔ایس۔پی۔آر نے اعلان کیا "تمام فوجی قیادت نے اس عزم کا اظہار کیا ۔۔۔ انتہاپسندی کے خلاف جنگ لڑنے کے لئے حکومت کی مدد کی جائے"۔

راحیل-نواز حکومت اوبامہ کے حکم کو نافذ کر رہی ہے، حالانکہ یہ حکم سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔ بے گناہ شہریوں کے قتل کا اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں کیونکہ اسلام جنگ میں حصہ نہ لینے والے شہریوں کو جنگ کے دوران بھی مکمل تحفظ فراہم کرتا ہے۔ جنگوں کے دوران جب دشمن سے سامنا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسلامی فوج کو کہتے کہ، وَلا تَقْتُلُوا امْرَأَةً، وَلا وَلِيدًا، وَلا شَيْخًا كَبِيرًا "کسی عورت، یا بچے، یا بوڑھے آدمی کو قتل مت کرو"۔ اور جہاں تک خلفائے راشدین کا تعلق ہے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجی کمانڈر کو کہا، وَإِنَّكُمْ سَتَجِدُونَ أَقْوَامًا قَدْ حَبَسُوا أَنْفُسَهُمْ فِي هَذِهِ الصَّوَامِعِ فَاتْرُكُوهُمْ وَمَا حَبَسُوا لَهُ أَنْفُسَهُمْ... وَلَا تَقْتُلُوا كَبِيرًا هَرِمًا، وَلَا امْرَأَةً، وَلَا وَلِيدًا، وَلَا تُخْرِبُوا عُمْرَانًا "تم ایسے لوگوں کا سامنا کروگے جنہوں نے خود کو عبادت گاہوں میں بند کرلیا ہوگا، انہیں اُس کے لئے چھوڑ دینا جس کے لئے انہوں نے خود کو بند کیا۔۔۔ اور بوڑھے کو، عورت کو اور چھوٹے بچوں کو قتل مت کرنا اور عمارتیں تباہ مت کرنا"۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے فوجی کمانڈر سے کہا، لَا تَغُلُّوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تُمَثِّلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا امْرَأَةً، وَلَا صَبِيًّا، وَلَا شَيْخًا "ظلم مت کرنا، دغا مت دینا، ہاتھ پیر مت کاٹنا، اور عورت کو یا بچے کو یا بوڑھے کو قتل مت کرنا"۔ اس کے مقابل، مغرب جو ہم پر ہمارے دین کے حوالے سے الزام تراشی کرتا ہے، جنگ کے دوران ہر گز ایسا رحم دلانہ سلوک نہیں کرتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مغرب نے ہمیشہ انسانیت کے خلاف جرائم کا ارتکاب کیا ہے اور وہ بھی ایسے جرائم کہ جنگل کے وحشی جانور بھی اس طرح کا عمل کرنے سے شرم محسوس کریں۔

لیکن اوبامہ کے جھوٹ اور منافقت کے باوجود، راحیل-نواز حکومت نے اس کے حکم پر لبّیک کہا۔ "نیشنل ایکشن پلان" کو استعمال کرتے ہوئے، مخلص اور باخبر مسلمانوں پر اس حکومت کے غنڈے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ علماء، اسلامی سیاسی کارکنوں اور دیگر اسلام کے داعیوں کو ہراساں اور بدنام اور انہیں گرفتار کیا جارہا ہے۔ حکومت میڈیا پر درست اسلامی نقطہ نظر کے اظہار کو روکنے کے لئے صحافیوں کو دھمکیاں دے رہی ہے اور عدلیہ پر بھی شدید دباؤ ڈالا جارہا ہے کہ وہ اسلامی سیاست دانوں کو کسی قسم کی قانونی رعایت فراہم نہ کریں۔ اور حکومت نے اپنے بدترین اعمال کو خاص حزب التحریر کے شباب کے لئے مختص کر دیا ہے، جو نبوت کے طریقے پر خلافت کے داعی ہیں۔ حکومت کے غنڈے خلافت کے داعیوں کے گھروں کے تقدس کو پامال کرتے ہیں اور خواتین کی حرمت اور ان کے تقدس تک کا خیال نہیں رکھتے اور خوفزدہ بچوں کے سامنے اسلحہ لہراتے ہیں۔ وہ خلافت کے داعیوں اور ان کے رشتہ داروں کو بھی گرفتار کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے ایک خاتون کو اس کے جسمانی طور پر معذور بچے کے ہمراہ گرفتار کیا۔ وہ خلافت کے داعیوں، کو نیند سے محروم رکھتے ہیں، ڈنڈوں اور سلاخوں سے مارتے ہیں یہاں تک کہ انہیں بجلی کے جھٹکے دیتے ہیں۔ وہ خلافت کے داعیوں کو جیلوں میں ڈالتے ہیں اور ان کے خلاف نہ تو مقدمے چلاتے ہیں اور نہ ہی انہیں عدالتوں سے ضمانت پر رہا ہونے دیتے ہیں۔ ان داعیوں میں جو ان حکمرانوں کے زندانوں میں قید ہیں ڈاکٹر، انجینئر، اساتذہ اور دل کے مریض شامل ہیں اور ایک ایسا مریض بھی ہے جس کی آنتوں سے خون رستا ہے۔ حزب کے خلاف اس حکومت کے جرائم اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ حکومت کی جانب سے مکمل میڈیا بلیک آؤٹ کے باوجود ان جرائم کی خبریں میڈیا میں آرہی ہیں اور لوگ اس ظلم سے آگاہ ہورہے ہیں۔ اور حکومت حزب کے خلاف اپنے کالے کرتوتوں پر مُصر ہے اس بات کے باوجود کہ رسول اللہ ﷺ نے خلافت کی واپسی کی خوشخبری دی ہے اور فرمایا ہے کہ، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ "پھر ظلم کی حکمرانی ہوگی

اور اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب اللہ چاہے گا اسے ختم کر دے گا۔ اس کے بعد نبوت کے طریقے پر خلافت قائم ہو گی ۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے"(احمد)۔

اے پاکستان کے مسلمانو!

"نیشنل ایکشن پلان" کے جھنڈے تلے ،ہمارے حکمران، مغرب کی صلیبی یلغار کا حصہ بن گئے ہیں جس کا مقصد اسلام کی آئیڈیالوجی کا خاتمہ ہے جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ،وَلَن تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنْ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلا نَصِيرٍ "یہود و نصاریٰ ہر گز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے مذہب کی پیروی نہ کریں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے۔ اور اگر باوجود اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے پھر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کو اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار"(البقرۃ:120)۔ راحیل-نواز حکومت اسلام کے داعیوں کو نقصان پہنچا رہی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاہے،ومن عادى أولياء الله فقد بارز الله بالمحاربة "اور جو کوئی اللہ کے دوستوں کے خلاف جارحیت کرتا ہے وہ اللہ کی جارحیت کا سامنا کرے گا"(حاکم نے صحیح حدیث معاذ بن جبل سے روایت کی ہے)۔ اور افسوس تو یہ ہے کہ موجودہ حکمرانوں نے اُس وقت اسلام کے خلاف لڑنے کو پسند کیا جب امت اپنے مقصد یعنی اسلام کی جانب لوٹ چکی ہے اور خلافت کا قیام افق پر دیکھا جاسکتا ہے۔

اے پاکستان کے مسلمانو! یقین رکھو، کامیابی قریب ہے اوراِس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی مشکلات میں اضافہ ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ ہے اور ظالم و جابر کو اللہ اپنی گرفت میں جکڑنے سے قبل تھوڑی مہلت دیتا ہے۔ اور جان لو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خلافت کو آسمانوں سے نازل نہیں کرے گا بلکہ جابر حکمرانوں کے سامنے ہماری استقامت، کوشش اور قربانیوں کے انعام کے طور پر ہمیں کامیابی عطا فرمائے گا۔

> "نیشنل ایکشن پلان" کے جھنڈے تلے، ہمارے حکمران مغرب کی صلیبی یلغار کا حصہ بن گئے ہیں جس کا مقصد اسلام کی آئیڈیالوجی کا خاتمہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ،كونوا كحواريي عيسى بن مريم، رفعوا على الخشب وسمروا بالمسامير وطبخوا في القدور، وقطعت أيديهم وأرجلهم وسُمِّرت أعينهم، فكان ذلك البلاء والقتل في طاعة الله أحب إليهم من الحياة في معصية الله " عیسیٰ ابن مریم کے پیروکاروں کی طرح بن جاؤ: انہیں لکڑی پر کیلوں سے ٹھوک کر اٹھایا گیا، دیگوں میں ابالا گیا، اور ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں کیلیں ٹھوک دی گئیں؛ لیکن انہیں اللہ کی نافرمانی سے زیادہ اللہ کی اطاعت میں تکلیف اٹھانا اور قتل کیا جانا عزیز تھا"۔

اے افواجِ پاکستان کے مخلص افسران!

چند مٹھی بھر غدّاروں نے اسلام کے خلاف جنگ میں ہر حد کو پار کر لیا ہے۔ ان کے لئے صرف یہی کافی نہیں تھا کہ وہ امریکی صلیبیوں کے لئے انٹیلی جنس اور آمد و رفت کی سہولیات فراہم کریں جس کے بغیر ہمارا دشمن اندھا ہو کر حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ان کے لئے یہ بھی کافی نہیں تھا کہ انہوں نے قبائلی علاقوں میں فتنے کی جنگ میں مسلمان کو مسلمان کے خلاف کھڑا کر دیا ہے اور جس سے صرف ہمارے دشمن ہی خوش ہو رہے ہیں۔ ان کے لئے یہ بھی کافی نہیں کہ وہ قبائلی مسلمانوں کو مذاکرات کی پیچیدگیوں میں پھنسا رہے ہیں تاکہ قابض صلیبیوں کے خلاف میدان جنگ خالی ہو جائے۔ نہیں، یہ سب انتہائی بڑے بڑے گناہ بھی ان کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اور اب وہ چاہتے ہیں کہ اس دین کے ستونوں کو ہی گرا دیں اور وہ بھی اس سرزمین پر جو اسلام کے نام پر حاصل کی گئی تھی، جس سرزمین کو لاکھوں مسلمانوں نے اپنے خون سے سیراب کیا ،وہ مسلمان جو صرف شہادت یا کامیابی پر یقین رکھتے ہیں۔ حزب التحریر استقامت کے ساتھ ان غدّاروں کے سامنے کھڑی ہے اور آپ سے کہتی ہے کہ آپ اپنی ذمہ داری کو ادا کریں۔ آپ وہ اہلِ قوت ہیں جن کے آباؤ اجداد، قابلِ عزت انصار رضی اللہ عنہم، نے اسلام کو ایک ریاست کی شکل میں قائم کرنے کے لئے نصرۃ فراہم کر کے ظلم کے دور کا خاتمہ کر دیا تھا۔ لہٰذا حزب التحریر آج آپ سے کہتی ہے کہ خلافت کی واپسی کے لئے اسے نصرۃ فراہم کریں، تاکہ پاکستان کو حقیقتاً اسلام کا قلعہ بنا دیا جائے، جس کے ذریعے ایمان والوں کے دلوں کے زخم بھر جائیں گے، ہمارے دشمن ختم ہو جائیں گے اور ہم پر ظلم کرنے والوں کو سزا دی جائے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ "جنہوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ الٹتے ہیں"(الشعراء:227)

حزب التحریر ولایہ پاکستان

28 ربیع الاول 1437 ہجری / 8 جنوری 2016

چارسدہ میں یونیورسٹی پر حملہ

اسلام کی آواز کو دبانے کے لئے امریکہ پاکستان کو غیر مستحکم رکھنا چاہتا ہے

20 جنوری 2016 بروز بدھ خیبر پختونخوا صوبے کے شہر چارسدہ میں یونیورسٹی پر حملہ کیا گیا جس میں 20 سے زائد افراد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ حزب التحریر ولایہ پاکستان اس وحشیانہ حملے اور حملہ کرنے والوں کی شدید مذمت کرتی ہے کیونکہ معصوم بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنا دنیا و آخرت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے غضب کو براہ راست دعوت دیتا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں، وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيهَا وَغَضِبَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيماً "اور جو کوئی کسی مؤمن کو قصداً قتل کرڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کرررکھا ہے"(النساء:93)۔ حزب التحریر ولایہ پاکستان، تمام مسلمانوں سے ہلاک ہونے والوں کے لئے دعا کرنے کی درخواست کرتی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مرنے والوں کی مغفرت فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو اس عظیم غم کو برداشت کرنے کی ہمت عطا فرمائے (آمین)۔

2001 میں افغانستان پر امریکی حملے کے بعد سے پاکستان کے مسلمان مسلسل اس قسم کے سانحات کا سامنا کررہے ہیں اور اب تک ہزاروں افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ ان حملوں میں شدت اس وقت آئی جب پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں نے یہ دیکھا کہ پاکستان کے مسلمان اور افواج پاکستان، افغانستان میں امریکہ کے قبضے کے خلاف جہاد کرنے والوں کو برحق سمجھتے ہیں اور اس کی حمایت کرتے ہیں بالکل ویسے ہی جیسے وہ سوویت یونین کے قبضے کے خلاف جہاد کی حمایت کرتے تھے۔ پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدار سیاسی و فکری دلائل سے کبھی بھی پاکستان کے مسلمانوں اور افواج پاکستان کو امریکہ کے خلاف جہاد کرنے والوں کو غلط ثابت نہیں کرسکے۔ لہٰذا یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یہ امریکہ کی جنگ نہیں بلکہ پاکستان کی جنگ ہے انہوں نے پاکستان کے قبائلی علاقوں سمیت پورے ملک میں امریکی انٹیلی جنس، بلیک واٹر اور ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک کو فتنے کی آگ بڑھکانے کی کھلی چھوٹ فراہم کی۔ اور پھر مسلسل بم دھماکے اور ہلاکتیں ہونے لگیں اور مجرمانہ کاروائیاں کرنے والوں نے اسلام اور جہاد کا نام استعمال کرتے ہوئے ان واقعات کی ذمہ داری قبول کرنی شروع کردی۔ اور پھر سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں نے عوام کو یہ یقین کرنے پر مجبور کیا کہ یہ جنگ ہماری ہے۔ اس حکمت عملی کا اظہار خود امریکہ صدر باراک اوبامہ نے دسمبر 2009 کو یہ کہہ کر کیا کہ، "ماضی میں پاکستان میں ایسے لوگ رہے ہیں جو یہ کہتے تھے کہ انتہاپسندوں کے خلاف جنگ ان کی جنگ نہیں ۔۔۔ لیکن پچھلے چند سالوں میں جب معصوم لوگ کراچی سے اسلام آباد تک قتل ہوئے ۔۔۔ (پاکستان) کی رائے عامہ تبدیل ہوگئی"۔

اور اب ایک بار پھر اوبامہ نے ہی 12 جنوری 2016 کو اسٹیٹ آف یونین سے خطاب میں یہ کہا کہ پاکستان ان ممالک میں شامل ہے جو آنے والی کئی دہائیوں تک عدم استحکام اور بحران کا سامنا کریں گے، اور اس کے بعد چارسدہ کا سانحہ رونما ہوگیا۔ راحیل-نواز حکومت نے 16 دسمبر 2014 کو پشاور آرمی پبلک اسکول پر حملے اور بچوں کے قتل عام کو تحفظ پاکستان ایکٹ جیسے کالے قوانین اور فوجی عدالتوں کے قیام کے لئے جواز کے طور پر استعمال کیا اور پورے ملک میں اسلام کے لئے سیاسی و فکری جدوجہد کرنے والوں کو ہزاروں کی تعداد میں گرفتار کیا اور اسلام کی بات کرنے والوں کو "انتہاپسند" اور افغانستان و کشمیر میں امریکہ و بھارت کے خلاف جہاد کرنے والوں کو "دہشت گرد" قرار دیا۔ اور اب چارسدہ میں ہونے والے اس وحشیانہ حملے کو بھی پاکستان میں اسلام، جہاد اور خلافت کی آواز کو کچلنے کے لئے ہی استعمال کیا جائے گا۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان، مسلمانوں کو عموماً اور افواج پاکستان کو خصوصاً، یہ بتادینا چاہتی ہے کہ امریکہ کا ہدف دنیا بھر میں اسلام کا ایک نظام حیات کے طور پر خاتمہ ہے۔ راحیل-نواز حکومت پاکستان میں اپنے آقا امریکہ کے اسی ہدف کو حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کررہی ہے لیکن وہ اس شیطانی مقصد کے حصول کے لئے یہ کہہ کر کام نہیں کرسکتی کہ اب پاکستان میں اسلام، جہاد اور خلافت کی بات کرنا جرم ہے بلکہ وہ "انتہاپسندی" اور "دہشت گردی" کے خاتمے کا نعرہ مارتے ہوئے اس شیطانی منصوبے پر کام کررہی ہے۔

بقیہ صفحہ 20 پر

نیشنل ایکشن پلان اور ریاست کے اصول

تحریر: معیز مبین

نیشنل ایکشن پلان میں ایک بنیادی مسئلہ ہے جس کا تعلق نہ اس کے نفاذ سے ہے نہ ہی اس میں شامل پالیسیوں سے ہے۔ یہ مسئلہ زیادہ گہرا اور گھمبیر ہے۔ اس مسئلہ کا تعلق پاکستان کے سیاسی اور دانشور حلقوں میں ریاست اور معاشرے کے تعلق کے بارے میں پائی جانی والی مقبول سوچ سے ہے۔ آیئے ذرا سمجھیں کہ ریاست کیسے کام کرتی ہے تاکہ ہم اس مسئلہ کی نوعیت کو سمجھ سکیں۔

وہ سوال جو ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے یہ ہے کہ کیا لوگ اس چیز کا فیصلہ کرتے ہیں کہ ریاست کیسی ہو گی یا ریاست اس چیز کا فیصلہ کرتی ہے کہ لوگ کیسے ہوں گئے۔ دوسرے الفاظ میں کیا ریاست معاشرے اور عوام سے الگ ایک فکری اکائی یا ادارہ ہے؟ کیا ریاست خود سے سوچ سکتی ہے اور اپنے راستے کا تعین کر سکتی ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ریاست اور معاشرے کے اقدار مختلف ہوں؟ ریاست اور معاشرے کے تعلق میں یا ریاست اور عوام کے تعلق میں کون کس پر حاوی ہوتا ہے؟ کون کس کی رہنمائی کرتا ہے؟ اور کس کی کس پر اتھارٹی ہوتی ہے؟

یہ بہت اہم ہے کی ہم درست سوال پوچھیں تاکہ ہم صحیح طریقے سے سمجھ سکیں کہ ریاست کیسے کام کرتی ہے۔ ریاست ایگزیکٹو اتھارٹی یا قوتِ نافذہ ہے جو مختلف اداروں کے پاس ہوتی ہے جو ریاست کا حصہ ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ ادارے کیا نافذ کرتے ہیں اور کون اس چیز کا فیصلہ کرتا ہے کہ یہ ادارے کیا نافذ کریں گے؟ اگر ریاست ایک فکر اکائی یا ادارہ ہے تو اس کا ذہن کس چیز پر مشتمل ہے؟

پاکستان کے فکری اور سیاسی حلقوں میں ریاست اور معاشرے کے تعلق کے حوالے سے بڑے پیمانے پر موجود کنفیوژن دو وجوہات کی وجہ سے ہے۔ دونوں وجوہات فکری نوعیت کی ہیں۔ ریاست اور معاشرے کے تعلق کے بارے میں کنفیوژن کی پہلی وجہ پاکستان کے سیاسی اور دانشور طبقے پر مغربی ثقافت کا اثر ہے۔ پاکستانی اشرافیہ کے نزدیک ریاست کا تصور وہی ہے جو کہ مغربی تہذیب نے پیش کیا ہے۔ ریاست اور معاشرے کے تعلق کے بارے میں کنفیوژن کی دوسری وجہ پاکستان کے دانشور طبقے میں ضیاء دور کے بارے میں پائے جانی والی رائے ہے۔ جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں ریاست کی طرف سے ریاست اور معاشرے کو اسلامی بنیادوں پر ڈھالنے کی بھرپور کوشش کی گئی اور نتیجتاً معاشرے میں زبردست اسلامی رجحان پیدا ہوا جہاں معاشرے نے اسلام کی فکر اور سیاسی سوچ کو اپنا لیا اور پاکستانی معاشرے میں یہ سوچ عام ہوگئی کہ اسلام کو سیاسی اتھارٹی میں ہونا چاہیے۔ ضیاء دور اور اس میں ہونے والی زبردست اسلامی تبدیلی کے نتیجے میں پاکستانی اشرافیہ کے لبرل طبقے نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ لوگوں کے ذہن کو تبدیل کرنے میں ریاست کا کردار بہت اہم ہے۔ جنرل ضیاء کی وفات کے بعد سے پاکستان کی اشرافیہ میں موجود لبرل طبقہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ لبرل طبقہ سمجھتا ہے کہ جنرل ضیاء کو معاشرے کو تبدیل کرنے میں اتنی کامیابی اس لیے ملی کیونکہ اس کے پاس ریاست کی طاقت تھی۔ لبرل یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح جنرل ضیاء نے ریاست کی طاقت کو استعمال کر کے معاشرے کو اسلامی بنیادوں پر تبدیل کیا اسی طرح وہ ریاست کی طاقت کو استعمال کر کے معاشرے کو ایک سیکولر معاشرہ بنا سکتے ہیں۔ لبرل طبقے کے نزدیک ضیاء دور اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ریاست تبدیلی کا ایجنٹ ہے۔ ان کے نزدیک ضیاء دور اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ریاست ہی ہے جو اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ لوگ کیسے ہوں گئے۔ یعنی ریاست ایک فکری اکائی یا ادارہ ہے جس کا اپنا ایک ذہن ہے اور ریاست معاشرے کو اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کر سکتی ہے۔ ضیاء دور میں یہی ہوا۔ یہ آمر ہی تھا جو ریاست کا ذہن تھا اور یہی وجہ ہے کہ آمریت ایک خطرناک نظام ہے کیونکہ آمریت میں ریاست کا ذہن درحقیقت آمر کا ذہن ہوتا ہے اور نتیجتاً ریاست اور معاشرہ ویسے ہو جاتے ہیں جیسا آمر چاہتا ہے۔

ریاست اور معاشرے کے تعلق کے بارے میں پائی جانے والی کنفیوژن کی ایک وجہ پاکستان کے حکمران طبقے میں موجود کچھ لوگوں پر مغربی ثقافت کا اثر ہے جس نے ان کے ریاست کے بارے میں تصور کو تشکیل دیا ہے۔ اس طبقے کے نزدیک ایک فطری ریاست دراصل ایک سیکولر ریاست ہے۔ ریاست کا کوئی بھی ڈھانچہ جو ریاست کے بارے میں مغربی تصور یعنی ایک سیکولر ریاست سے ہٹ کر ہے ایک غیر فطری ڈھانچہ ہے۔ یہ سوچ پاکستانی اشرافیہ میں بڑے پیمانے پر موجود ہے اور اس نے پاکستانی اشرافیہ کی ریاست اور معاشرے کے درمیان تعلق کی سوچ پر بھی اثر ڈالا ہے۔ مغربی ثقافت کے زیر اثر یہ طرزِ سوچ اس چیز پر یقین رکھتی ہے کہ ریاست عوام سے الگ ایک ادارہ ہے اور اس کی اپنی اقدار ہیں جو معاشرے سے الگ ہو سکتیں ہیں۔ ریاست کا اپنا ایک نظریہ بھی

ہوتا ہے چنانچہ ریاست ایک فکری ادارہ یا اکائی ہے اور اس کا ایک ذہن بھی ہے۔ یہ اپنی فطرت میں سیکولر ہے اور سیکولر اقدار اس کو تشکیل دیتے ہیں اور اگر چہ سولین سیاسی جماعتوں کو ریاست کا ذہن ہونا چاہیے مگر یہ سیاسی جماعتیں خود سیکولر اقدار اور افکار کی پابند ہیں جو کہ ریاست کی فطرت ہیں اور جو ریاست کے تمام اداروں کے دائرے کار کا تعین کرتی ہیں۔ اگر عوام کے اقدار اور افکار ریاست سے مختلف ہوں تو یہ ریاست کی ذمے داری ہے کہ وہ عوام کو ریاست کی اقدار کے مطابق تبدیل کرے۔ یہ ریاست ہی ہے جو اس چیز کا فیصلہ کرتی ہے کہ لوگ کیسے ہوں گئے۔

نیشنل ایکشن پلان نے ریاست کے بارے میں اس غلط تصور کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ نیشنل ایکشن پلان کا مقصد یہ ہے کہ معاشرے اور عوام کو ریاست اور حکمران طبقے کی مرضی کے مطابق تبدیل کیا جائے۔ یہ پلان اس مفروضے پر بنا ہے کہ ریاست تبدیلی کا ایجنٹ ہے۔ ریاست اور معاشرے اور ریاست اور عوام کے درمیان تعلق میں ریاست عوام اور معاشرے پر حاوی ہے۔ یہ ریاست ہی ہے جو معاشرے کی رہنمائی کرتی ہے اور جو عوام کے اوپر اتھارٹی رکھتی ہے۔

ریاست کے بارے میں یہ تصور بالکل غلط ہے بلکہ یہ ریاست کے اصل تصور کے بالکل الٹ ہے۔ معاشرے کی سب سے آسان تعریف یہ ہے کہ یہ لوگوں کا گروہ ہے جو مستقل بنیادوں پر اکھٹا رہ رہا ہے۔ لوگوں کا مستقل بنیادوں پر اکھٹا رہنے کا مطلب ہے کہ ان کے درمیان مختلف تعلقات فروغ پائیں گے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ معاشرہ دراصل یہ تعلقات ہی ہیں جو لوگوں کے درمیان فروغ پاتے ہیں۔ جب لوگ مستقل بنیادوں پر اکھٹے رہتے ہیں تو یہ لازم ہے کہ وہ آپس کے تعلقات یا روابط کے حوالے سے اپنے درمیان اتفاقِ رائے پیدا کریں کہ وہ کن افکار کے مطابق ان تعلقات اور روابط کو منظم کریں گے جو ان کے درمیان فروغ پائے ہیں۔ یعنی عوام کو ان افکار کے بارے میں آپس میں اتفاقِ رائے پیدا کرنا ہے جن کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے۔ یہ افکار پھر ان تعلقات کی تنظیم کی بنیاد ہوں گے جو معاشرے میں عوام کے درمیان فروغ پاتے ہیں۔ اسی لیے معاشرے میں معاشی تعلقات منظم کرنے کے لیے افکار کی ضرورت ہے۔

نیشنل ایکشن پلان ناکام ہو گا کیونکہ یہ اس مفروضے پر قائم ہے کہ ریاست تبدیلی کا ایجنٹ ہے جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اور جس رجحان کو پاکستان کی حکومت انتہا پسندی کہتی ہے وہ سیاسی اسلام کے افکار ہیں جو عوام نے اپنی مرضی سے اپنائے ہیں۔ جن افکار کو عوام اپنی مرضی سے اپنالیں ان کو ڈنڈے کے زور پر ان کے ذہنوں سے نہیں نکالا جا سکتا۔

اس کے ساتھ ساتھ معاشرے میں مرد اور عورت کے آپس کے تعلقات کو منظم کرنے کے لیے بھی افکار کی ضرورت ہے۔ معاشرے میں مرد اور عورت کے کردار کہ یہ کیا ہیں کے لیے افکار چاہیئے۔ تنازعات کیسے حل ہوں گے۔ کونسا عمل فرد کے خلاف جرم ہے اور کونسا عمل معاشرے کے خلاف جرم ہے۔ تعلیمی نظام کا مقصد کیا ہونا چاہیئے۔ دوست کون ہے اور دشمن کون۔ ایک معاشرہ دوسری اقوام کے حوالے سے اپنے کردار کو کیسے دیکھتا ہے۔ معاشرہ باہر کی دنیا کے ساتھ کس بنیاد پر اپنا تعلق قائم کرے گا۔ جب معاشرہ اپنے لیے ان اقدار اور افکار کا تعین کر لیتا ہے جن کی بنیاد پر وہ اپنے معاشی، معاشرتی، سیاسی، دفاعی، عدالتی، تعلیمی اور خارجہ تعلقات کو منظم کرے گا تو وہ ایک حکمران کو تعینات کرتا ہے جو معاشرے کے ان تعلقات کو عوام کی افکار اور اقدار کے مطابق عملی طور پر منظم کرے۔ یہ ریاست کی بنیاد اور اس کا اصل جواز ہے۔ اتھارٹی عوام کے پاس ہے۔ وہ اس کو استعمال کرتے ہیں تاکہ وہ ایک ایسے حکمران اور ریاستی ڈھانچے کو متعین کریں جو معاشرے میں پائے جانے والے تعلقات کو ان افکار اور اقدار کے مطابق منظم کریں جس پر معاشرہ پہلے ہی اتفاق کر چکا ہے۔

ریاست ایک فکری اکائی یا ادارہ نہیں ہے۔ اس کا اپنا کوئی ذہن نہیں ہوتا۔ اس کا جواز درحقیقت لوگوں کے پاس ہے جو اپنی مرضی سے ایک ایسی اتھارٹی اور ریاستی ڈھانچے کا تعین کرتے ہیں جو ان کے معاملات کو ان افکار اور اقدار کے مطابق منظم کرتے ہیں جن پر عوام کا پہلے سے اتفاقِ رائے ہو چکا ہو۔ یہاں پر ریاست کی اتھارٹی کی فطرت اور ریاست کے جواز کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ریاست کی اتھارٹی مشروط ہے اور مطلق نہیں۔ یہ مشروط ہے ان افکار اور اقدار کے ساتھ جن پر معاشرے نے پہلے سے اتفاق کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ریاست کو ایک سیاسی اتھارٹی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا ادارہ یا اکائی ہے جو اس بات کا پابند ہے کہ وہ لوگوں کے امور کو ان کے افکار اور عقائد کے مطابق منظم

کرے۔ یہ ممکن ہے کہ ریاستیں غیر فطری ہوں جہاں اتھارٹی عوام کے اقدار اور عوام کی مرضی کے مطابق حکومت نہ کرتی ہو۔ یہ وہ صورت ہو گی جہاں ریاست پر کسی بیرونی طاقت نے زبردستی قبضہ کر کے اتھارٹی حاصل کرلی ہو یا ایک اندرنی گروہ یا فرد نے طاقت کے زور پر ریاست پر قبضہ کرلیا ہو۔ تمام غیر فطری ریاستیں عدم استحکام کا شکار ہوتی ہیں اور آخر میں ہمیشہ ان کی جگہ فطری ریاستیں قائم ہوتی ہیں جہاں اتھارٹی کی تعیناتی لوگوں کی مرضی سے ہو تا کہ وہ ان پر ان افکار او اقدار کے مطابق حکومت کریں جس پر لوگ یقین رکھتے ہیں۔

کیونکہ ریاست ایک فکری اکائی نہیں ہے بلکہ ایک ایسا ادارہ ہے جو لوگوں کے عقائد اور افکار کے مطابق تشکیل پاتا ہے اور جو ان پر انہی عقائد اور افکار کے مطابق حکمرانی کرنے کا پابند ہے اس لیے ریاست تبدیلی کا ایجنٹ نہیں بن سکتی۔ سیاسی طاقت کا راز اور فطرت لوگوں کی رضامندی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی تبدیلی کا ایجنٹ جو معاشرے کو کچھ خاص افکار اور عقائد کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہو یا معاشرے کے موجودہ افکار اور عقائد کو چیلنج کر کے ان کو تبدیل کرنا چاہتا ہے تو ایسے تبدیلی کے ایجنٹ کو عوام کو نئے افکار پر راضی کرنا پڑے گا۔ تو ہمارے سامنے ایک ایسی صورتحال ہے جہاں ایک اکائی یا ادارہ کچھ ایسے افکار اپنائے ہوئے ہے جو معاشرے سے مختلف ہیں۔ یہ اکائی یا ادارہ یہ چاہتا ہے کہ معاشرہ بھی ان عقائد اور افکار کو اپنالے جو اس نے اپنائے ہوئے ہیں اور یہ کہ ایک ایسی سیاسی اتھارٹی قائم ہو جائے جو ان عقائد اور افکار کے مطابق حکومت کرے جو اس اکائی نے اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ صرف اسی وقت ممکن ہے کہ معاشرے یا عوام کو اس بات پر راضی کیا جائے کہ وہ اپنے پرانے عقائد اور افکار کو چھوڑ کر نئے عقائد اور افکار اپنالے۔

اور پھر ایک ایسی سیاسی اتھارٹی کو قائم کرے جو ان نئے عقائد اور افکار کے مطابق اس پر حکومت کریں۔ ایک ایسی اکائی جس کا اپنا ایک ذہن ہے اور جو معاشرے کو اپنے افکار کے مطابق ڈھالنا چاہتی ہے وہ ریاست نہیں ہے بلکہ ایک سیاسی جماعت ہے۔ اگر سیاسی جماعتیں چاہیں تو وہی ایک معاشرے کے اندر تبدیلی کا ایجنٹ بن سکتیں ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو کچھ افکار کو اپنا کر معاشرے کو ان کی افادیت پر راضی کریں اور پھر عوام کی مرضی کے مطابق اور ان کی سپورٹ سے ان افکار کو ریاست کی قوت کے ذریعے نافذ کر دیں۔ درحقیقت ضیاء کے دور میں ایسا ہی ہوا تھا۔ یہ اسلامی سیاسی جماعتیں اور تحریکیں تھیں نہ کہ صرف ریاست خود جنھوں نے عوام کو اس بات پر راضی کیا کہ اسلام فطرتاً سیاسی ہے اور اسلام کو سیاسی اتھارٹی میں ہونا چاہیئے۔ معاشرے میں یہ تبدیلی عوام کی مرضی سے آئی تھی۔ اس تبدیلی کو ریاست نے سپورٹ کیا مگر یہ اس وقت کام کرنے والی سیاسی قوتوں کے نتیجے میں ممکن ہوئی۔

نیشنل ایکشن پلان ناکام ہو گا کیونکہ یہ اس مفروضے پر قائم ہے کہ ریاست تبدیلی کا ایجنٹ ہے جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اور جس رجحان کو پاکستان کی حکومت انتہا پسندی کہتی ہے وہ سیاسی اسلام کے افکار ہیں جو عوام نے اپنی مرضی سے اپنائے ہیں۔ جن افکار کو عوام اپنی مرضی سے اپنالیں ان کو ڈنڈے کے زور پر ان کے ذہنوں سے نہیں نکالا جا سکتا۔ یہ ریاست کے اصولوں کے بالکل الٹ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ راحیل نواز حکومت یقیناً ناکام ہو گی۔ پاکستان کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ حزب التحریر جو کہ ایک اسلامی سیاسی جماعت ہے کے ساتھ مل کر تبدیلی کے لیے کام کریں۔ ایک ایسی تبدیلی جو آمروں کی تمام تر کوششوں

کے باوجود، انشااللہ آکر رہے گی اور یقیناً اسلام حاوی ہو گا۔

﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾

"کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے میں خدا کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان)۔ سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی۔ اور خدا پاک ہے۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"(سورۃ یوسف-108)

بقیہ صفحہ 17 سے

لہٰذا پاکستان اس صورتحال سے اس وقت تک باہر نہیں نکل سکتا جب تک سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں کو اکھاڑ نہ پھینکا جائے اور نبوت کے طریقے پر خلافت کا قیام عمل میں نہ لایا جائے، کیونکہ کفار کا سردار امریکہ کبھی بھی ہم سے راضی نہیں ہو گا جب تک ہم اپنے دین، اسلام سے دستبردار نہ ہو جائیں۔

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنكَ ٱلْيَهُودُ وَلاَ ٱلنَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

"یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے مذہب کی پیروی نہ کریں"(البقرۃ:120)

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

راحیل غداری میں کیانی اور مشرف کی پیروی کر رہا ہے

تحریر: خالد صلاح الدین

11/9 کے واقع کو اب پندرہ سال ہو چکے ہیں، وہ واقعہ جس نے امریکہ کی قیادت میں مغرب کو امریکی جنگ کے لئے متحرک کیا تاکہ وہ مسلم علاقوں میں خلافت کی واپسی کو روک سکے۔ افغانستان سے نام نہاد امریکی فوجی انخلا پاکستان کو محدود کرنے کی امریکی سٹریٹیجک ہدف کے اختتام کی طرف اشارہ ہے۔ کشمیر پالیسی بدل دی گئی ہے تاکہ بھارت کو علاقائی بالادستی حاصل کرنے میں مدد دی جاسکے اور مغربی سرحد پر پاکستانی فوج کی قیادت نے امریکہ کے لیے زبردست اقدامات کئے ہیں، اور وہ اقدامات یہ ہیں:

1۔ افغان طالبان کو حکومت سے ہٹانے میں امریکہ کی مدد کی۔

2۔ ساتھ ہی ساتھ افغانستان میں امریکی فوج کو قدم جمانے میں مدد فراہم کی۔

3- اور آخر میں امریکی ایماء پر افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانے کی سرتوڑ کوشش کر رہی ہے۔

لہذا پندرہ سالوں میں مشرقی اور مغربی سرحدوں پر ان گنت مسلم جانوں کے نقصان کے بعد نام نہاد "دہشتگردی" کے خلاف جنگ نے ہمیں پچھلے کسی بھی دور سے زیادہ کمزور کر دیا ہے۔ پاکستان کے حکمرانوں کے مابین باہمی ربط قائم ہے جس کے تحت سیاسی قیادت سٹریٹیجک فیصلے کرنا ترک کر دیتی ہے اور یہ اختیار عسکری قیادت کو سونپ دیتی ہے۔ بدلے میں عسکری قیادت سیاستدانوں کی جانب سے ہونے والی بے ہنگم لوٹ مار کو نظر انداز کرتی ہے۔

یہی کچھ چیف آف آرمی اسٹافز کی قیادتوں میں ہوتا رہا ہے خاص طور پر مشرف، کیانی اور راحیل شریف کے ادوار میں۔ تینوں مسلمانوں اور پاکستانی ریاست سے غداری کے مرتکب ہیں۔ انھوں نے خطے میں امریکی مفاد کے حصول کے لئے جان فشانی سے تگ و دو کی ہے اور اپنے مغربی آقاؤں کے لئے مخلصانہ جدوجہد کی ہے تاکہ اپنی غدارانہ پالیسیوں کو پاکستان اور فوج کی حکمت عملی کی فتح بتا کر مسلمانوں کو دھوکہ دے سکیں۔ بنیادی طور پر:

کولن پاول اس بات پر حیران ہوا کہ مشرف امریکہ کے تمام مطالبات پر راضی ہو گیا جب کہ انہیں کچھ مطالبات پر رضامندی کی امید تھی۔

1۔ مشرف کا مرکزی کردار پاکستان کی بھارت اور افغانستان کی پالیسیوں میں تبدیلی کے لئے بیج بونا تھا۔ نام نہاد "دہشتگردی" کے خلاف جنگ کے ذریعے یہ حصول ممکن تھا۔

2۔ کیانی کا کردار پاکستان آرمی کی عسکری توجہ کو مشرقی سرحد سے ہٹا کر مغربی سرحد پر لانا تھا۔

3۔ راحیل شریف کا کردار افغان طالبان کو مذاکراتی میز پر لانا ہے تاکہ مستحکم افغانستان امریکی اہداف یعنی چین کو محدود کرنے اور بھارت کے طلوع ہونے میں مدد کرے۔

4۔ تینوں عسکری قائدین نے شدت کے ساتھ خلافت کی دعوت کو کچلنے اور پاکستان کو اس کا نقطہ آغاز بننے سے روکنے کی جدوجہد کی۔

مشرف اکثر سٹریٹیجی کا لفظ استعمال کرتا تھا، پھر بھی اس نے 11/9 کے سٹریٹیجک سیاق وسباق کو نظر انداز کیا۔ وہ اس بات سے باخبر تھا کہ امریکہ کی بھارت کے ساتھ گٹھ جوڑ ہو چکی ہے جس کا اشارہ کلنٹن کے پانچ روزہ نئی دہلی اور پانچ گھنٹے کے اسلام آباد کے دورے میں مل چکا تھا۔ وہ اس بات سے باخبر تھا کہ افغانستان جنگ اور بھارت اور امریکہ کی نو وابستگی میں امریکہ کے لئے پاکستان کی مدد نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ لہذا مشرف نے کیوں امریکہ کو غیر مشروط مدد فراہم کی یہ جاننے کے باوجود کہ پاکستان کے لئے اس کا کیا مطلب ہے۔ اپنے 19 دسمبر 2001 کے خطاب میں اس نے مندرجہ ذیل چار وجوہات کی نشاندہی کی جن کی بنا پر وہ امریکہ کو انکار کرنے سے قاصر رہا۔

1۔ پاکستان کی سالمیت اور انکار کے نتیجے میں امریکہ کی جانب سے پیدا ہونے والا بیرونی خطرہ۔

2۔ پاکستانی معیشت کی بحالی۔

3۔ پاکستان کے ایٹمی اثاثوں اور میزائل پروگرام کی حفاظت۔

4۔ کشمیر کا معاملہ۔

یہ تمام توجیہات گمراہ کن خبر پھیلانے کے منصوبے کے سوا اور کچھ نہیں تھیں جو کہ اس نے عوامی رائے عامہ کو اپنے فیصلے کے حق میں موڑنے کے لئے کیا تاکہ امریکی حکم کی اندھی پاسداری ممکن ہو سکے۔ کولن پاول اس بات پر حیران ہوا کہ مشرف امریکہ کے تمام مطالبات پر راضی ہو گیا جب کہ انہیں کچھ مطالبات پر

رضامندی کی امید تھی۔ مشرف حکومت کی طرف سے صریح جھوٹ کی مثال وہ فقرہ ہے کہ امریکہ بمباری کر کے پاکستان کو پتھر کے دور میں پہنچادے گا جس کی بعد میں تردید رچرڈ آرمیٹیج نے خود کی۔ مشرف نے صرف جھوٹ ہی نہیں بولا بلکہ ان لوگوں کو عہدوں سے ہٹادیا جنہوں نے اس سے اختلاف کیا۔ دو لیفٹیننٹ جنرلز محمود اور عثمانی نے ممکنہ طور پر اس کی پالیسیوں سے اختلاف پر استعفیٰ دے دیا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عسکری محکمہ اس کی پالیسیوں پر منقسم تھا۔ اگر یہ بھی کافی نہ ہو تو ایک اور مثال یہ ہے کہ مشرف کے ایئر چیف، ائیر مارشل مصحف میر کو خانہ بند کر دیا گیا جب انہوں نے پاکستانی ہوائی اڈوں کو امریکہ کے قبضے میں دینے سے انکار کر دیا اور پھر پراسرار انداز میں ان کی موت واقع ہو گئی۔

کیانی مشرف کی غداری کا وفادار وارث تھا اور اس نے اس غداری کو جاری رکھا، امریکی تابعداری کے لحاظ سے بھی اور پاکستانی قوم تک گمراہ کن خبریں پھیلانے کے لحاظ سے بھی۔ لیکن اس کے لئے اسے اندرونی خطرہ پیدا کرنا ضروری تھا۔ اس کے آرمی چیف بننے کے وقت فاٹا میں دو ڈرون حملے ہوئے تھے اور اس کے عہدہ چھوڑنے کے وقت اس کی تعداد 300 تھی جس کا لازمی حاصل قبائیلیوں میں شدت کی آگ بھڑکانا تھا۔ ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک کو پاکستان کے شہری علاقوں میں مٹر گشت کرنے کی کھلی اجازت دی گئی جس کے نتیجے میں شہری علاقوں میں فالس فلیگ حملے ہوئے تاکہ فاٹا میں فوجی آپریشن کے حق میں رائے عامہ تیار کی جاسکے۔ اس کے بعد کیانی نے پاکستان کی مغربی سرحد پر تقریباً ایک لاکھ سے زیادہ فوجی تعینات کر دیئے۔ اس نے ڈرون حملوں کے بارے میں فوج سے مکمل ایمان داری کے ساتھ جھوٹ بولا، اس نے اعلانیہ ڈرون حملوں سے اختلاف کیا جب کہ خفیہ طور پر امریکہ سے مزید ڈرون حملوں کی درخواست کی۔ اس کے آئی۔ایس۔آئی چیف احمد شجاع پاشا نے اپنی اصل ذمہ داری یعنی ریمنڈ ڈیوس جیسے دہشت گردوں کی گرفتاری کے بجائے حسین حقانی کے ساتھ مل کر سی۔آئی۔اے کے جاسوسوں کو بحفاظت روانہ کر دیا، تب بھی اس کے نیٹ ورک کو نہیں۔

لہٰذا ریمنڈ ڈیوس تو چلا گیا لیکن پاکستان میں فالس فلیگ حملے جاری رہے تاکہ عسکری قیادت کے پاس امریکی احکامات کے مطابق فاٹا میں عسکری آپریشن کا جواز

> **ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک کو پاکستان کے شہری علاقوں میں مٹر گشت کرنے کی کھلی اجازت دی گئی جس کے نتیجے میں شہری علاقوں میں فالس فلیگ حملے ہوئے تاکہ فاٹا میں فوجی آپریشن کے حق میں رائے عامہ تیار کی جاسکے**

فراہم ہوتا رہے۔ ڈرون حملوں کے ذریعے بھڑکائے گئے قبائلی علاقوں اور ریمنڈ یوس نیٹ ورک کی جانب سے فوج کے لوگوں اور جگہوں پر حملوں نے کیانی کو رائے عامہ کی پشت پناہی فراہم کر دی تاکہ وہ پاکستان آرمی کی گرین بک میں تبدیلی کر سکے اور اندرونی خطرے (یعنی نام نہاد دشت گردی) کو بیرونی خطرے (بھارت) سے بڑا مسئلہ قرار دے۔ یہی وہ نقطہ تھا اور ہے جس پر امریکہ پاکستان آرمی کی توجہ رکھنا چاہتا ہے۔

دو میعادوں کے بعد کیانی ریٹائر ہو گیا اور اعمال اور عہدہ دونوں اعتبار سے اس کی جگہ راحیل شریف نے لی۔ راحیل شریف گرین بک میں تبدیلی کا مصوِّر تھا لہٰذا امریکہ کے لئے اپنے پیشروؤں کی جگہ لینے والا بہترین امیدوار بھی۔ مشرف کے بوئے گئے بیجوں نے کیانی کے دور میں جڑیں پکڑیں اور اب وہ راحیل شریف کی سرپرستی میں لہلہانے کے لئے تیار تھے۔ امریکہ افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لانا چاہتا ہے۔ لہٰذا راحیل شریف کا کام واضح ہے۔ جس نے امریکہ کے لئے افغانستان کو مستحکم کرنا ہے اور وہاں امریکہ کی مستقل سیاسی اور عسکری موجودگی کو یقینی بنانا ہے۔ لیکن اس کے لئے اسے افغان طالبان کے حق میں موجود داخلی ہمدردی کو کچلنا اور افغان اور پاکستانی معاشرے کے درمیان تاریخی بندھن کو توڑنا تھا جو کہ اسلامی اخوت کے تعلق سے قوی اور مضبوط ہے۔ لہذا راحیل نے مؤثر انداز میں نرم بغاوت کی تاکہ داخلی طور پر اپنی طاقت کو منظم کر سکے اور اسلامی اپوزیشن کے خلاف اپنی دہشت اور خاموش کرانے کی پالیسی کا اجراء کر سکے۔ اگست 2014 میں عمران خان کی جانب سے نواز مخالف مظاہرے جو کہ آرمی اور خصوصاً آئی۔ایس۔آئی کی پشت پناہی پر شروع کئے گئے اس ہی حکمت عملی کا حصہ تھے۔ پی۔ٹی۔آئی کے اس وقت کے صدر جاوید ہاشمی نے تصدیق کی کہ آئی۔ایس۔آئی کے سابق ڈائریکٹر جنرل احمد شجاع پاشا عمران کو وزیر اعظم کو کمزور کرنے کے لئے اکسانے میں کارآمد رہے۔

داخلی طور پر اپنی طاقت کو مستحکم کرنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ راحیل نے ضرب عضب کی تیاریاں شروع کیں۔ طریقہ کار وہی پرانا اختیار کیا گیا، یعنی ملٹری آپریشن کو جواز فراہم کرنے کے لئے فالس فلیگ آپریشن ضروری تھا۔ راحیل نے 8 اور 9 جون

2014 کو کراچی ائیرپورٹ حملے کو فاٹا میں عسکری آپریشن کرنے کے لئے استعمال کیا جس کے لئے دستے کئی مہینوں پہلے ہی متحرک کر دئے گئے تھے۔

جب فوج کی صفوں میں سوال اٹھنے لگے کہ راحیل شریف شمالی وزیرستان آپریشن کرنے کے لئے اتنے بے قرار کیوں ہیں جس کا امریکہ کا مطالبہ کر رہا ہے، جبکہ پیشرو کیانی ایسا کرنے سے قاصر رہے تو سابق ڈی-جی آئی-ایس-پی-آر اطہر عباس کی طرف سے ایک بیان میں اس کا جواب آیا: "جنرل کیانی کا خیال تھا کے شمالی وزیرستان میں دستے بھیجنے پر ان کا محاسبہ ہو گا، جس کی وجہ سے انہوں نے آپریشن کو لٹکائے رکھا جس کے نتیجے میں ہم نے بہت وقت ضائع کر دیا اور نقصانات اٹھائے۔ مزید کہا کہ: "ملک، قوم، حکومت اور مسلح افواج کو جنرل کیانی کی ہچکچاہٹ کی بھاری قیمت دینا پڑی ہے" (ایکسپریس ٹربیون جولائی 2014)۔

آرمی میں جنوبی وزیرستان آپریشن کے خلاف جذبات کو خاموش کرانے کے لئے ہر مخالف پر غداری کی مہر ثبت کر دی گئی۔ جنرل کیانی کے خلاف بدنامی کی مہم اس ہی مقصد کو تقویت پہچانے کے لئے تھی۔ یہ وہ ڈبل گیم ہے جو عسکری قیادت نے اپنی ہی صفوں کے خلاف کھیلا ہے۔

ضرب عضب افغان طالبان کو عسکری دباؤ کے ذریعے مذاکرات کی میز پر لانے کی کوششوں میں پہلا قدم رہا۔ فوج کو شمالی وزیرستان بھیجنے کی ضرورت اگلے مرحلے کی بنیاد تھی۔ امریکہ راحیل شریف سے چاہتا ہے کہ وہ افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لائے۔ امریکہ اس میں چینی مدد کا بھی خواہاں ہے۔ جس کے ذریعے امن کی کوششوں کو عملی جواز ملے گا اور ساتھ ہی ساتھ افغانستان کو مستحکم کرنے کی قیمت میں بھی چین حصہ دار ہو گا۔ چین کے لئے اس میں یہ مفاد ہے کہ اسے خطے میں بہتر کردار ادا کرنے کا موقع ملے گا۔

مزید یہ کہ چین کے افغانستان میں مخصوص مقاصد ہیں کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ ترکستان اسلامی تحریک (ای-ٹی-آئی-ایم) ژنجیانگ کے علاقے میں کشیدگی پھیلا رہی ہے۔ اگر طالبان امن کی میز پر آجاتے ہیں، تو چینی ان کے ذریعے ای-ٹی-آئی-ایم پر اثرانداز ہونے کی کوشش کریں گے اور ان کی سرگرمیوں کا قلع قمع کریں گے۔

2014 کے ابتدائی دنوں میں افغانستان اور چین کے عہدیداروں کے درمیان تسلسل سے دورے ہوئے۔ ملاقاتوں کے نتائج کا اشارہ چین کی طرف سے مفاہمت کی تجویز سے ہوا۔ ان ملاقاتوں کے نتائج کا اشارہ چین کی مفاہمتی تجاویز میں نظر آتا ہے۔ رائٹرز نے 11 نومبر 2014 کے ایک مضمون میں لکھا کہ: "رائٹرز نے جو دستاویزات دیکھیں ہیں اس کے مطابق چین نے " امن اور مفاہمت فورم" کے لئے ایک تجویز آگے بھیجی ہے جس کے بارے میں افغان حکام نے بتایا کہ اس کے تحت افغانستان، پاکستان، چین اور طالبان سے نمائندگان اکٹھے کیے جائیں گے"۔

چینی منصوبہ جس پر افغانستان کے مستقبل پر "استنبول کانفرنس" میں شرکت کرنے والی اقوام کے درمیان حالیہ ملاقات میں بحث ہوئی اس وقت سامنے آیا جب تیرہ سال کی جنگ کے بعد امریکی قیادت میں آئے جنگجو فوجی دستے افغانستان سے انخلاء کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ استنبول مرحلے کی ملاقات 31 اکتوبر کو ہوئی جس کا مطلب ہے کہ افغانستان میں چین کا کردار امریکہ کے ساتھ مل کر کسی باہمی طور پر متفقہ معاہدے پر ہوا ہے۔ یکم دسمبر 2014 کو بی-بی-سی کی ایک رپورٹ نے یہ لکھا: "سفیر شن نے کہا کہ چین پہلے ہی اس موضوع پر بات چیت کے لئے کئی فورم بنا چکا ہے کہ کسی طرح پڑوسی اور دیگر ممالک کو افغانستان سمجھوتے کی حمایت پر لایا جائے۔ ایک ٹرائی پوڈ کے تحت چین، افغانستان اور پاکستان کے درمیان بات چیت ہو رہی ہے، ایک اور علاقائی ممالک کا گروہ ہے جسے "چھ جمع ایک" کہا جاتا ہے جس میں امریکہ روس، چین، بھارت، پاکستان اور ایران اور افغانستان شامل ہیں۔ مسٹر شن نے کہا کہ یہ گروپ پہلے ہی دو مرتبہ مل چکا ہے۔ ایک اور سہ فریقی گروہ ہے جس کی مغربی سفارتکاروں کے مطابق کئی ملاقاتیں ہو چکی ہیں لیکن اس کے بارے میں بات کرنے میں چینی تذبذب کا شکار ہیں۔ اس گروہ میں چین، امریکہ اور افغانستان شامل ہیں"۔

نومبر 2014 کے آخر تک راحیل شریف نے دو ہفتوں کے لئے امریکہ کا سفر کیا جس کی مکمل تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ بعد ازاں جان کیری سے ملاقات کرنے کے لئے اس دورے کو مزید ایک ہفتے کی طوالت دی گئی۔ راحیل کی پاکستان واپسی کے دو ہفتوں بعد 16 دسمبر 2014 کو آرمی پبلک اسکول پر بزدلانہ اور وحشیانہ حملہ ہوا۔ متعدد بچوں کی ہلاکتوں نے فوج کے ساتھ فوری یکجہتی کی فضاء قائم کر دی اور جس نے افغان طالبان کے خلاف جنگ میں راحیل شریف کو تقویت پہنچائی۔ تحریکِ انصاف نے اپنے مظاہرے ختم کر دیے، تمام پارٹیوں کی کانفرنس بلائی گئی اور قوم کو عسکری عدالتوں کو تسلیم کرنے پر مجبور کیا گیا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ پہلی پھانسی مشرف پر حملہ کرنے والوں کو دی گئی۔ یہ فوج کو واضح پیغام تھا کہ عسکری قیادت فوج کی صفوں میں اپنی بنائی گئی کسی بھی پالیسی کے خلاف ردعمل کو برداشت نہیں کرے گی۔ اس سے اس بات کی بھی نشاندہی ہو گئی کہ فوج میں عسکری قیادت کی پالیسیوں کے خلاف غصہ موجود ہے۔

17 دسمبر 2014 کو نواز شریف نے سرکاری بیان میں کہا کہ اچھے اور برے طالبان میں تفریق نہیں کی جائے گی لیکن یہ واضح تھا کہ یہ پالیسی راحیل شریف کی جانب

سے آئی ہے۔ تاریخ میں پہلی بار پاکستان آرمی افغان طالبان کی مخالف ہوئی۔ نواز شریف کے اس بیان کے ساتھ ساتھ اس ہی دن امریکہ نے بھی بیان جاری کیا کہ:"اور ہم یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ ہم طالبان کو صرف اس صفت کی وجہ سے نشانہ نہیں بنائیں گے کہ وہ طالبان ہیں۔ لہٰذا طالبان کا ممبر ہونے کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ امریکہ تمہارے خلاف صرف اس وجہ سے آپریشن کرے گا"۔

امریکی بیان کا وقت یہ واضح کرتا ہے کہ امریکہ افغان طالبان سے استنبول پراسس کے مطابق معاملات آگے بڑھانے کا خواہاں ہے اور انہیں افغان حکومت میں شراکت دلانے کا بھی۔ مزید یہ کہ کراچی ائرپورٹ حملے کی طرح آرمی پبلک اسکول کا حملہ بھی امریکہ کے لیے بے حد موزوں وقت پر ہوا تا کہ وہ پاکستان کے ذریعے افغان پالیسی کو آگے بڑھائے۔

گو کہ امن معاہدے میں پیش رفت سست رہی۔ جولائی میں پاکستانی پہاڑی علاقے مری میں افغان حکومت اور افغان طالبان کے مابین مذاکرات کے پہلے حصے کی سرکاری طور پر شروعات ہوئیں۔ 8 جولائی 2015 کو ڈان اخبار میں شائع ہونے والے مضمون میں بیان کیا گیا:"افغان حکومت اور افغان طالبان کے نمائندگان کے مابین مذاکرات کا پہلا دور، جس میں پاکستانی حکومت نے ثالث کا کردار ادا کیا، بدھ کو مری میں اختتام پزیر ہوا۔ دونوں پارٹیوں نے دوبارہ ملنے پر اتفاق کیا"۔

پاکستان آج افغان حکومت اور افغان طالبان کے درمیان ملاقات کی میزبانی کر رہا ہے اس عزم کے ساتھ کہ افغان سرپرستی اور اختیار میں امن اور مفاہمتی عمل کو تقویت ملے۔ بدھ کی صبح دفتر خارجہ کے ترجمان قاضی خلیل اللہ نے کہا:"امریکہ اور چین کے نمائندے ناظرین کے طور پر شرکت کر رہے ہیں"۔

اس پورے عمل کی مضحکہ خیز فطرت کی منظر کشی اس کی اپنی تفصیل سے ہوتی ہے کہ یہ ایک افغان سرپرستی اور افغان اختیارات کے تحت ہونے والا امن معاہدہ ہے، جس میں ثالث پاکستان ہے اور چین اور امریکہ کے نمائندے ناظرین کے طور پر شرکت کر رہے ہیں۔

دلچسپ طور پر مذاکرات کا دوسرا دورہ گو کہ 31 جولوئی 2015 کو ہونا تھا جس کو ملا عمر کے انتقال کا بھید کھل جانے کی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا، جو کہ تقریباً دو سال پہلے انتقال کر گئے ہوئے تھے۔ قیادتوں میں ایک بڑی تفریق کی شروعات ہوئیں جو کہ ظاہراً امریکہ سے لڑائی جاری رکھنے کے خواہاں گروہ اور امن معاہدے کے خواہاں گروہ کے درمیان ہے۔ یہ تفریق شاید پہلے بھی موجود تھی جس کی وجہ سے راحیل شریف افغان طالبان کو آسانی کے ساتھ مذاکرات کی میز پر نہیں لا پایا۔ جب یہ مضمون لکھا جا رہا ہے اس وقت تک کی صورتحال سے یہ لگتا ہے کہ افغان طالبان تقسیم کا شکار ہیں۔ ہارٹ آف ایشیا کانفرنس اسلام آباد میں 10 دسمبر 2015 کو اس بیان کے ساتھ اختتام پزیر ہوئی: "اس بات کا اظہار افغان وزیر خارجہ صلاح الدین ربانی نے کیا: اس شام کی سہ فریقی اور دو طرفہ ملاقاتوں کا اصل موضوع بحث افغانستان میں امن کی کوشش رہا ہمارے اتحادیوں نے اس سلسلے میں ہمارے ساتھ کام کرنے پر اتفاق کیا یعنی مذاکرات کے حامی گروہوں کو میز پر لانا۔ یہ بات بدھ کو نامہ نگاروں سے بات کے دوران کہی گئی"۔

مندرجہ بالا مضمون آگے پڑھنے پر امریکی ڈپٹی سیکریٹری آف اسٹیٹ کا بیان لکھتا ہے:"ڈپٹی سیکریٹری آف اسٹیٹ اینٹونی بلنکین نے امریکی سفارت خانے پر تجزیہ کاروں سے علیحدہ بات کرتے ہوئے کہا :افغانستان، پاکستان، چین اور امریکہ کی آج سلسلہ وار ملاقاتیں ہوئیں تا کہ ہمارے اجتماعی عزم کی توثیق ہو جس کے ذریعے مذاکرات اور تشدد کا خاتمہ افغان سرپرستی اور افغان اختیارات کے تحت ممکن ہو"۔

انحطاط کی جانب گامزن سپرپاور امریکہ، علاقائی طاقت چین اور دو ذیلی ریاستیں پاکستان اور افغانستان جن کی قیادت کٹھ پتلی حکمران کر رہے ہیں، نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ وہ طالبان کی صفوں میں مذاکرات کے حامیوں کو امن کی میز پر لائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کے امریکہ اپنے تمام تر عسکری وسائل اور علاقائی طاقتوں کی مدد کے باوجود غیر منظم اور بکھری ہوئی طالبان تحریک کو شکست نہیں دے پایا تو وہ کس طرح مسلم دنیا کی ایک منظم، متحد فوج اور معاشی طاقت کا مقابلہ کر سکتا ہے جب وہ خلافت کے سائے تلے متحد ہو جائے گی۔ امریکہ کا جنوبی ایشیا کا منصوبہ پاکستان کی قوت کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر منحصر ہے۔ پاک فوج میں مخلص عناصر کو اپنی طاقت کا درست اندازہ کرنا چاہئے اور امریکی منصوبے کے لئے اپنی قوت مستعار دینے سے انکار کر دینا چاہئے۔ اس کے برخلاف پاکستان کی مسلم فوج کی طاقت کا استعمال اسلام اور مسلمانوں کے مقاصد کی حفاظت کے لئے ہونا چاہیے۔ یہ صرف اس وقت ممکن ہے جب فوج پاکستان میں خلافت کے قیام کے لئے نصرہ فراہم کرے جو پھر عالمی منظر پر مسلمانوں کی بحالی عظمت اور ہیبت کا نقطہ آغاز بنے۔

کیانی، مشرف اور راحیل-امریکہ کے وفادار غلام

راحیل شریف کے دور میں امریکی مفادات کے لئے پاکستان کے مسلمانوں کے مفادات کو قربان کیا گیا

25 جنوری 2016 بروز پیر افواج پاکستان کے شعبہ تعلقات عامہ کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل عاصم باجوہ نے چیف آرمی اسٹاف جنرل راحیل شریف کی جانب سے ایک ٹویٹر پیغام کے ذریعے یہ اعلان کیا کہ وہ نومبر 2016 کو ختم ہونے والی مدت ملازمت میں کوئی توسیع نہیں لیں گے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی حکومت کے چمچوں اور چاپلوسوں نے نے جنرل راحیل شریف کے فیصلے کی تعریف میں زمین و آسمان ایک کر دیے۔

یہ بات کتنی حیران کن ہے کہ ایک ایسے فیصلے پر جنرل راحیل شریف کی تعریف کی جارہی ہے جو کہ ایک عام انتظامی معاملہ ہے یعنی ایک مقررہ تاریخ پر اپنی مدت ملازمت پوری کر کے ریٹائر ہو جانا۔ ان کی کارکردگی پر تعریف یا تنقید ان کی بحثیت فوج کے سربراہ ذمہ داریوں کے حوالے سے ہونی چاہیے کہ آیا انہوں نے پاکستان کے مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت کی یا اپنے پیشرو فوج کے سربراہان ، کیانی اور مشرف کی پیروی کرتے ہوئے امریکی مفادات کی نگہبانی کی۔ جنرل راحیل شریف نے خود جس بات کو سب سے زیادہ اپنے دور کے حوالے سے نمایاں کیا وہ نام نہاد "دہشت گردی" کے خلاف جنگ ہے جو کہ درحقیقت افغانستان پر امریکی قبضے کے خلاف جہاد کرنے والوں کے خلاف جنگ ہے۔ جو کام امریکہ پچھلے پندرہ سالوں میں لاکھوں کی تعداد میں امریکی اور نیٹو افواج کی مدد سے نہیں کر سکا وہ کام راحیل شریف نے افواج پاکستان کو استعمال کر کے انجام دیا۔ راحیل شریف کی اس خدمت گزاری کا اقرار خود افغانستان میں امریکی و نیٹو افواج کے نامزد سربراہ امریکی لیفٹیننٹ جنرل نیکولنسن نے 30 جنوری 2016 بروز جمعہ کو امریکی سینٹ کی آرمز کمیٹی کو بیان دیتے ہوئے کہا کہ فاٹا میں پاکستان کا فوجی آپریشن افغانستان میں "مزاحمت کو شکست دینے کے لئے انتہائی اہم ہے"۔ اس نے مزید کہا کہ وہ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ پاکستان کا فاٹا میں "دہشت گردی "کے خلاف جاری آپریشن نے عسکریت پسندوں کی پاکستان کی حدود کو محفوظ پناہ گاہ کے طور پر استعمال کرنے اور افغانستان میں مزاحمت کی حمایت کرنے کی صلاحیت و استعداد میں کمی کی ہے۔

جب خود سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدار اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ امریکہ نے پاکستان کی ازلی دشمن بھارت کو افغانستان میں قدم جمانے کی اجازت دی تو پھر کس طرح راحیل شریف ان لوگوں کی خلاف فوجی آپریشن کر رہے ہیں جو امریکہ کے خلاف لڑرہے ہیں؟ جب خود سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدار اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ امریکی پالیسیوں نے پاکستان کو نقصان پہنچایا ہے تو پھر کس طرح راحیل شریف پاکستان کے دروازے ،افغانستان، میں امریکہ کو قدم جمانے کے لئے افواج پاکستان کو استعمال کر رہے ہیں جبکہ امریکہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا کھلا دشمن ہے؟ درحقیقت راحیل شریف نے اپنی مدت ملازمت میں امریکی خدمت گزاروں، کیانی اور مشرف ،ہی کی طرح صرف اور صرف امریکی مفادات کے حصول کے لئے پاکستان اور خطے کے مسلمانوں کے مفادات کو قربان کیا ہے۔ راحیل شریف کے دور میں نیشنل ایکشن پلان کے نام پر اسلام کی آواز کو کچلنے کا آغاز کیا گیا اور ہزاروں افراد کو پابند سلاسل اور سیکڑوں کو اغوا کر کے غائب کر دیا گیا۔ راحیل شریف کے دور میں ہی ملٹری انٹیلی جنس، انٹر سروسز انٹیلی جنس، انٹیلی جنس بیورو اور پولیس کے افسران پر مشتمل کمیٹی قائم کی گئی جو پٹھان کوٹ حملے کی تحقیقات میں بھارت کی معاونت کرے گی اور اس کو محفوظ بنانے کے اقدامات تجویز کرے گی۔ راحیل شریف کے دور میں بھی کشمیر میں جہاد کرنے والوں کو روکنے کی پالیسی کو برقرار رکھا گیا اور راحیل نے امریکہ کے دو دورے کرنے کے باوجود قوم کی بیٹی عافیہ صدیقی کو واپس لانے کی بات تک نہ کی۔

انشاء اللہ جلد ہی قائم ہونے والی خلافت کے افواج کے کمانڈرز اور سربراہان جب ریٹائر ہوں گے تو ان کو اس بات پر یاد نہیں کیا جائے گا کہ انہوں نے اپنی مدت ملازمت میں توسیع نہیں لی یا یہ کہ انہوں نے امریکہ کی خدمت گزاری کی بلکہ ان کے دور کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم کی طرح یاد کیا جائے گا کہ انہوں نے اللہ کے کلمے کی سربلندی اور اسلام کی ترویج کے لئے کتنی فتوحات کیں۔

وَلِلَّهِ ٱلْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِۦ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَـٰكِنَّ ٱلْمُنَـٰفِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ

"اور عزت اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مؤمنوں ہی کے لئے ہے، لیکن منافقین نہیں جانتے"(المنافقوں:08)

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

سوال وجواب: تیل کی قیمتوں میں زبردست کمی

سوال:

تیل کی قیمتوں میں کمی کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ یہ 40 ڈالر سے بھی کم ہو گئیں۔ قیمتوں میں استحکام کے لیے سعودی عرب نے بھی پیداوار میں کمی نہیں کی جبکہ وہ اوپیک ممالک میں تیل پیدا کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے، اور یہ 4 دسمبر 2015 کو اوپیک کے اجلاس میں بھی نظر آیا۔ اسی طرح امریکہ نے بھی قیمتوں میں کمی کی مزاحمت کرنے کے لیے پیداوار میں کمی کی بجائے اس میں اضافہ کیا۔۔۔ پھر تیل کی قیمتوں میں کمی کے کیا اسباب ہیں؟ اللہ آپ کو بہترین جزا دے۔

جواب:

تصویر کو واضح کرنے کے لیے گزشتہ سال کی تیل کی قیمتوں کو سیاسی واقعات اور اثر انداز ہونے والے متعدد عوامل کے ساتھ دیکھنا ضروری ہے تا کہ کم عرصے کے اندر تیل کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کو سمجھا جا سکے:

1۔ عبد اللہ بن عبد العزیز کی حکومت کے دوران اور ان کی وفات سے ذرا پہلے تیل کی قیمتوں میں زبردست کمی واقع ہوئی اور اس کو برطانیہ کی جانب سے اپنے ایجنٹ عبد اللہ بن عبد العزیز کے ذریعے امریکی مفادات پر ضرب سے تعبیر کیا گیا کیونکہ اس کا تعلق امریکہ کی جانب سے شیل آئل کی پیداوار شروع کرنے سے تھا (جیسا کہ 7 جنوری 2015 کے سوال جواب میں بتایا گیا تھا)۔ تیل کی قیمتوں میں کمی عبد اللہ بن عبد العزیز کی وفات اور 23 جنوری 2015 میں امریکی ایجنٹ سلمان بن عبد العزیز کے حکمران بننے تک جاری رہی۔ اگر چہ سعودی وزیر تیل کی جانب سے تیل کے بارے میں پالیسی تبدیل نہ کرنے کا اعلان کیا گیا تھا مگر سلمان کے اقتدار سنبھالتے ہی تیل کی قیمتیں بتدریج بڑھتی رہیں یہاں تک کہ مئی کے مہینے میں قیمتیں 60 ڈالر تک پہنچ گئیں۔ اسی بات کی توقع کی جا رہی تھی جیسا کہ 25 جنوری 2015 کے سوال جواب میں کہا گیا تھا کہ، "اس کے نتیجے میں سعودیہ اور امریکہ کے درمیان کشیدگی میں کمی ہو گی، اس سے تیل کی

2008 میں امریکہ میں پیش آنے والے مالیاتی بحران پر امریکہ نے نوٹ چھاپنے (Quantitative Easing) کی پالیسی اپنائی تاکہ مالیاتی بحران سے نکلا جا سکے جس نے اس کو بری طرح سے نقصان پہنچایا تھا۔

قیمتوں میں تیزی سے کمی متاثر ہو گی کیونکہ سابق شاہ کے پشت پناہ انگریز تیل کی قیمتوں میں کمی کے ذریعے امریکہ کو شیل آئل سے فائدہ اٹھانے میں ناکام بنانا چاہتا تھا"۔

2۔ جون کے مہینے کے اواخر سے تیل کی قیمتیں پھر گرنی شروع ہوئیں یہاں تک کہ اگست تک یہ تقریباً 40 ڈالر پر آ گئیں۔ اس عرصے میں جب قیمت گری تو اسی دوران ایران کے ساتھ ایٹمی معاہدہ طے پایا، اور ایسا لگتا ہے کہ مذاکرات کے دوران امریکہ نے تیل کی قیمتوں میں کمی کے ذریعے ایران میں اپنے ایجنٹوں کے لیے معاہدے کے لیے درکار پسپائی اختیار کرنے میں آسانی پیدا کی، کیونکہ تیل کی قیمتوں میں کمی کی وجہ سے ایرانی معیشت پر دباو بڑھا اور معاشی تنگ دستی میں اضافہ ہوا جس کا ایرانی عوام کو سامنا ہے۔ اس طرح ایرانی حکومت کے لئے امریکہ کے ساتھ معاہدے کا جواز بنانا آسان ہو گیا۔ اس کے بعد پھر تیل کی قیمتوں میں تھوڑا تھوڑا اضافہ ہوا اور ستمبر تک یہ 50 ڈالر پر پہنچ گئی۔

3۔ اکتوبر 2015 کے مہینے میں تیل کی قیمتیں پھر تیزی سے گرنے لگیں یہاں تک کہ 18 دسمبر 2015 کو یہ 34 ڈالر تک پہنچ گئی۔ تیل کی قیمتوں میں موجودہ زبردست کمی کے اسباب سابقہ اسباب سے مختلف ہیں اور اس کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے:

2008 میں امریکہ میں پیش آنے والے مالیاتی بحران پر امریکہ نے نوٹ چھاپنے (Quantitative Easing) کی پالیسی اپنائی تا کہ مالیاتی بحران سے نکلا جا سکے جس نے اس کو بری طرح سے نقصان پہنچایا تھا۔ لہٰذا امریکہ نے مالیاتی نظام کو سہارا دینے کے لیے بڑی مقدار میں ڈالر چھاپنا شروع کیا اور پھر یہی کرتا رہا اس بات کے باوجود کہ اس عمل سے ڈالر کمزور ہو گیا۔ مگر گزشتہ سال کے شروع میں امریکہ نے دیکھا کہ ایک ایسا معاملہ ہے جس نے اس کے نوٹ چھاپنے کی پالیسی کو متاثر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ:

۔ اس پالیسی سے کئی ممالک خاص کر چین متاثر ہوا، کیونکہ ڈالر کی قدر میں کمی سے چین کے ڈالر میں موجود وسیع زرمبادلہ کے ذخائر متاثر ہوئے۔۔۔ اس کے نتیجے میں ڈالر سے دستبرداری اور نئے مالیاتی نظام کی آوازیں اٹھنی شروع ہوئیں۔ یورپ میں یہ آواز فرانسیسی وزیر خزانہ میشل سافن کی زبانی سنی گئی جب 7 جولائی 2015

کو فائنانشل ٹائمز نے یہ خبر دی کہ "فرانس نے ڈالر کی بالادستی پر تنقید کی ہے"۔
اس حوالے سے میشل سافن نے کہا کہ " ہم یورپ والے ڈالر میں آپس میں خرید و فروخت کرتے ہیں، جیسے مثال کے طور پر جہاز بیچتے ہیں۔ کیا یہ کرنا ضروری ہے؟ میں اس پر یقین نہیں کرتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ توازن کا قیام ممکن اور ضروری ہے۔ یہ صرف یورو کے حوالے سے نہیں بلکہ دوسرے ابھرتے ممالک کی کرنسیوں کے لیے بھی ہے، اور جو کہ اب عالمی تجارت کی زیادہ اور زیادہ نمائندگی کرتی ہیں"۔۔۔ انہوں نے اخبار سے بات کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں، یورو زون کے وزرائے خزانہ کے ساتھ جب پیر کو برسلز میں ملاقات کرے گا تو ڈالر کے متبادل کی ضرورت کے حوالے سے بات کرے گا۔ اگرچہ اس بابت تفصیل میں جانے سے انکار کیا کہ کیا کیا عملی اقدامات کیے جائیں گے۔۔۔ اور چین نے فرانس کی پیروی کی لہٰذا زینہوا(Xinhua)نیوز ایجنسی سے بات کرتے ہوئے روس کے دوسرے سب سے بڑے بینک "وی ٹی بی" کے سربراہ کوسٹین نے کہا کہ "موجودہ عالمی مالیاتی نظام بدستور امریکی ڈالر کی بالادستی کے نرغے میں ہے اور ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو زیادہ تغیر پذیر ہو تا کہ ایک ہی کرنسی پر انحصار کم کیا جائے"۔ اور کوسٹین نے کہا کہ چین دوسری بڑی معیشت ہونے کے ناطے نئے نظام کے قیام کے لیے دنیا کے دوسرے ممالک سے تعاون کر سکتا ہے اور اس نے مزید کہا کہ روس عالمی مالیاتی میدان میں چین کے قائدانہ کردار کی حمایت کرے گا(دی پیپلز آن لائن ڈیلی نیوز پیپر یکم نومبر 2014)۔
اگرچہ یہ سب اس بات کے لیے کافی تھا کہ امریکہ ڈالر کے ریٹ کو گرانے کی پالیسی کو ترک کرے مگر اس نے اسی پالیسی کو جاری رکھنے پر اصرار کیا یعنی ڈالر کی قیمت کم کرنے کی۔ اس نے تیل کی قیمتوں میں اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا جس سے ڈالر کی قیمت کم ہو جاتی ہے اور یہ عام بات ہے۔ یوں اس نے اس مالیاتی بحران کے نشانات کو ختم کرنے کی کوشش کی جو اب تک موجود ہیں۔ ساتھ ہی تیل کی قیمتوں میں اضافے کے ذریعے شیل آئل کی پیداوار کو فائدہ مند بنانے کی کوشش کی۔ اسی مقصد کے لیے کیری نے 11 نومبر 2014 کو سعودیہ کا دورہ کیا اور شاہ عبد اللہ کے ساتھ ان کی ملاقات کا موضوع تیل کی پیداوار میں کمی تھا جیسا کہ ہم نے 7 جنوری 2015 کو اپنے جواب میں کہا تھا۔
۔ تاہم رواں سال کے حالیہ مہینوں میں امریکہ نے دیکھا کہ ڈالر سے روگردانی کا یہ رجحان عملی اقدامات کی طرف بڑھ رہا ہے کیونکہ ڈالر ذخیرہ نہیں کیا جا رہا بلکہ اس کی جگہ سونا خریدا جا رہا ہے۔ چین اپنے پاس موجود ڈالر سے سونا خرید رہا ہے کیونکہ اس کے پاس ڈالر کے ذخائر 4 کھرب ہیں۔ "چین کا مرکزی بنک ہر مہینے 14 سے 19 ٹن سونا ذخیرہ کر رہا ہے" (رائٹرز، یکم دسمبر 2015)۔ بعض غیر سرکاری اعداد و شمار جن کو روسی اخبارات نے نقل کیا ہے اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ چین اپنے مرکزی بینک میں سونے کے ذخائر کو بڑھا رہا ہے جو آنے والے وقت میں 10 ہزار ٹن ہو جائیں گے اور اس طرح وہ امریکہ کو پیچھے چھوڑ کر پہلے نمبر پر آجائے گا کیونکہ امریکہ کے پاس 8 ہزار ٹن سونا ذخیرہ ہے۔ اس وقت چین کے پاس 1700 ٹن سونا ذخیرہ ہے۔ اسی طرح روس بھی سونا خرید رہا ہے، اس وقت روس کے پاس 1275 ٹن سونا ذخیرہ ہے، جبکہ 2015 کی دوسری شش ماہی میں روس 67 ٹن سونا خرید چکا ہے۔۔۔ یہ ڈالر کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے اور یہ امریکہ کے لیے بہت خطرناک امر ہے کیونکہ ڈالر دنیا پر بالادستی کے لیے اس کا ایک اہم آلہ ہے۔ امریکہ کے لیے یہ بات اہم ہے کہ ڈالر ہی وہ کرنسی رہے جس سے تیل کی خرید و فروخت اور مالیاتی لین دین ہو، کیونکہ جس کے پاس ڈالر ہوں گے وہی تیل کی قیمتوں اور عالمی تجارت کو کنٹرول کرے گا۔
4۔ یوں امریکہ نے متعدد اقدامات کے ذریعے ڈالر کا ریٹ بڑھانے یعنی تیل کی قیمت میں کمی کی پالیسی اختیار کی:
ا۔ تیل کی پیداوار میں اضافے کے لیے تمام دستیاب وسائل کو بروئے کار لانا:
☆امریکہ اور کنیڈا نے تیل کی پیداوار میں 2005 کے مقابلے میں 10.3 ملین بیرل یومیہ سے اب 18 ملین بیرل یومیہ تک کا اضافہ کیا۔
☆اوپیک میں امریکی ایجنٹوں خاص کر سعودیہ، ایران اور عراق نے تیل کی پیداوار میں اضافہ کیا:
۔ جہاں تک سعودیہ کی بات ہے تو الجزیرہ ڈاٹ نیٹ نے 10 اکتوبر 2015 کو خبر شائع کی کہ " سعودی عرب نے تیل برآمد کرنے والے ممالک اوپیک کو مطلع کیا کہ اس نے گزشتہ ستمبر سے تیل کی پیداوار میں ایک لاکھ بیرل یومیہ اضافہ کر لیا ہے" (العربی الجدید 14 دسمبر 2015)۔ اس سال اس کی پیداوار 10.1 ملین بیرل یومیہ ہے۔
۔ ایران کی جہاں تک بات ہے تو رائٹر نیوز ایجنسی نے پیر کو تیل کی مارکیٹ میں موجود ایک ذریعہ کے حوالے سے خبر دی جو تیل پیدا کرنے والے ممالک "اوپیک" کے درمیان تیل کی نقل و حمل کے نظام الاوقات سے باخبر ہے کہ "ایران اس مہینے سے 1.26 ملین بیرل خام تیل یومیہ برآمد کرے گا جو دو مہینے پہلے کے مقابلے میں ایک چوتھائی زیادہ ہے" (العربی الجدید 14 دسمبر 2015)۔ اور بعض ماہرین نے توقع ظاہر کی ہے کہ ایران اس سے بھی زیادہ برآمد کرے گا:

"اقتصادی پابندیوں کے اٹھ جانے اور ایران کو تیل بر آمد کرنے کی اجازت دینے کے بعد (اس وقت ایران 3.7 ملین بیرل یومیہ تیل پیدا کر رہا ہے جبکہ اس کی بر آمدات تقریباً 1.7 ملین بیرل یومیہ تک پہنچ گئی ہے)عالمی پیداوار میں اضافے کا باعث بنے گا کیونکہ ایران کی صلاحیت ہے کہ وہ 2015 کے اختتام تک چھ لاکھ بیرل یومیہ کا اضافہ کر سکتا ہے" (الصباح الجدید نیوز سائٹ 9 دسمبر 2015)

۔ جہاں تک عراق کا تعلق ہے تو وزارت پٹرولیم کے مشیر برائے پیداوار فیاض حسن نعمۃ نے کہا کہ "رامیلہ کے کنوؤں سے خام تیل کی پیداوار 13 لاکھ پچاس ہزار بیرل یومیہ تک پہنچ چکی ہے"۔ اس نے مزید کہا کہ "وزارت پیداوار چاہتی ہے کہ تیل کی پیداوار کو بڑھا کر اکیس لاکھ بیرل یومیہ تک لے جایا جائے"۔اس نے یہ بھی کہا کہ "یہ پیداوار عراقی تیل کی پیداوار کی صلاحیت کے چالیس فیصد کے برابر ہے"۔۔۔ رائٹرز نیوز ایجنسی نے کہا کہ عراق نے ستمبر سے 3.017 ملین بیرل یومیہ خام بصرہ بر آمد کے لیے مخصوص کیا ہوا ہے جو گزشتہ مہینے تک 2.52 ملین بیرل یومیہ تھا(الصباح الجدید 15 اگست 2015)۔

☆ امریکی تیل کی بر آمد پر پابندی ختم کرنا:" امریکی کانگریس کمیٹی نے 40 سال سے خام تیل کی بر آمد پر لگی بندش کو ختم کرنے کے لیے نئے اقدمات کی منظوری دی۔۔۔ اور امریکی صدر باراک اوباما نے جمعہ کی صبح اس دستاویز پر دستخط کر دیے جس سے یہ قانون بن گیا" (بی بی سی 19 دسمبر 2015)۔۔۔ امریکہ نے شیل آئل کے مسئلے کو حل کر لیا یہاں تک کہ وہ ڈالر کی قیمت کو بڑھانے اور تیل کی قیمت کو کم کرنے کی اس کی نئی پالیسی کی راہ میں روکاوٹ نہ بنے۔ کئی کمپنیوں نے اس شعبے میں سرمایہ کاری ترک کر دی، کئی کنوؤں کی کھودائی روک دی گئی جہاں سے تیل نکالنے کا خرچہ تیل کی قیمت سے زیادہ تھی۔ وہی کمپنیاں باقی رہ گئیں جو تیل کی قیمتوں میں کمی کو برداشت کر سکتی تھیں اور جن کے پاس ایسی ٹیکنالوجی اور ایسے اسالیب ہیں کہ وہ خرچے کو کم کر کے بھی پیداوار کو دو گنا کر سکتی ہیں۔ پھر انہوں نے اپنی پیداوار کو بڑھایا یہاں تک کہ امریکہ کی شیل تیل کی پیداوار قابل قبول سطح پر رہے۔ اور پابندی کے اٹھنے کے بعد اس عمل کا بر آمدات پر بہت بڑا اثر پڑا۔۔۔ امریکی انرجی ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق، جو کہ "مارکیٹ ریالیسٹ" کی سائٹ پر ہے :"امریکہ کی جانب سے خام تیل کی پیداوار 11 دسمبر کو ختم ہونے والے ہفتے کے اختتام تک تقریباً مستحکم رہی۔۔۔"۔ رواں مہینے یہ پیداوار 9.17 ملین بیرل یومیہ تک پہنچ گئی،اور اس سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ امریکی شیل آئل کی پیداواری لاگت کا خرچہ کم ہوا اور باقی رہنے والے کنوؤں کی پیداوار میں اضافہ ہو ااگرچہ غیر منافع بخش کنوؤں کو بند کر دیا گیا۔۔۔ سٹی گروپ کے منصوبہ بندی کے انچارج ایرک لی نے کہا کہ "شمالی ڈکوٹا کے باکن کے بعض علاقوں میں پیداواری لاگت 20 ڈالر تک گر گئی ہے اور یہ انکشاف معدنی پیداوار کے لیے ریاستی وزارت نے گزشتہ مہینے کیا ہے۔ ڈن کے علاقے میں 24 ڈالر فی بیرل پر بھی تیل کی پیداوار منافع بخش ہے جو کہ گزشتہ اکتوبر 29 ڈالر تھی" (ٹوم ڈیک کرسٹوفر ،سی این بی سی 20 اگست 2015)۔

یوں امریکہ اور اس کے ایجنٹوں نے تیل کی پیداوار میں اس طرح اضافہ کیا جس سے اس کی مارکیٹ میں طلب سے کہیں زیادہ تیل آگیا۔ اس بات کی جانب کئی رپورٹیں بھی اشارہ کرتی ہیں کہ،" اس وقت مارکیٹ میں اضافی تیل موجود ہے جو کہ یومیہ تقریباً 4 سے 5 ملین بیرل ہے" (الفابیٹا سائٹ 15 دسمبر 2015)۔ اس کے علاوہ عالمی طور پر تیل کے استعمال میں کمی قابل ذکر ہے جو کہ طلب کا بنیادی عامل ہے۔ آئی ایم ایف نے اجمالی طور پر عالمی پیداوار میں کمی کی توقع ظاہر کی ہے جو کہ 3.4 فیصد سے گر کر 3.3 فیصد ہو گی، اور یہ اس وجہ سے ممکن ہے کیونکہ یورپ اور جاپان میں اقتصادی سست روی ہے، ترقی پذیر معیشتوں میں بھی سست روی ہے اور خاص کر چین میں سست روی ہے جو کہ دنیا میں دوسرا سب سے بڑا تیل استعمال کرنے والا ملک ہے۔ اور یہ اس وقت ہو رہا ہے جب مالیاتی مارکیٹوں میں چینی کرنسی یان کی قدر میں کمی کی وجہ سے ایک طرح کی بے اطمینانی پائی جاتی ہے۔ مارکیٹ کے اعدادوشمار کے مطابق چین میں تیل کی طلب میں کمی ہے۔ طلب میں اس کمی کے ساتھ رسد(سپلائی) کے جاری رہنے اور ذخائر(اسٹاک)میں اضافے سے تیل کی قیمتوں میں کمی اور ڈالر کی قیمت میں اضافہ ہوا۔۔۔

ب۔ ایک اور امر شرح سود میں اضافہ ہے۔ اس بات کے باوجود کہ امریکی معاشی اشاریے ملک کی حقیقی معیشت میں بہتری کی جانب اشارہ نہیں کرتے تاہم امریکہ کی فیڈرل ریزرو کونسل نے 16 دسمبر 2015 کو شرح سود میں آدھے پوائنٹ کا اضافہ کر دیا۔ فائنانشل ٹائمز کے مطابق امریکی فیڈرل ریزرو کے سربراہ جانیٹ یالین نے 3 دسمبر 2015 کو اعلان کیا کہ، " امریکی بر آمدات پر مضبوط ڈالر کے اثرات ایک وجہ ہے جس کی بنا پر فیڈرل ریزور نے بتدریج مالیاتی پالیسی کو سخت کرنے کا لائحہ عمل اختیار کیا ہے"۔ یاد رہے کہ امریکہ میں سودی منافع کم ہو کر تقریباً صفر کی سطح پر آگیا تھا یعنی یہ 0.25 فیصد تھا۔ یہ 2008 کو امریکہ میں آنے والے معاشی بحران کے سبب تھا۔ سرمایہ دارانہ معیشت کے مطابق اگر سودی منافع کم ہے تو اس کا مطلب ہے کہ بحران ابھی ختم نہیں ہوا اور معیشت سنبھل نہیں گئی: یہ کہ کساد بازاری ہے،

مارکیٹ میں حرکت کم ہو گئی ہے اور خرید و فروخت، سرمایہ کاری اور کام شروع کرنے میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ کیونکہ سرمایہ دار کمائی میں سودی منافع پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ شرح سود میں اضافے سے بینکوں اور کمپنیوں کے منافع میں اضافہ ہوتا ہے اور لوگوں کو اس بات کی ترغیب ملتی ہے کہ وہ اپنا پیسہ بینکوں میں لائیں اور اس پر منافع کمائیں۔ ایسا ہونے کی صورت میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ امریکی معیشت عالمی مالیاتی بحران کے چیلنجوں سے نمٹنے میں بڑی حد تک کامیاب ہو گئی ہے۔

اور جیسے ہی شرح سود میں اضافے کا اعلان کیا گیا تو فوراً ہی تیل کی قیمتوں میں 3 فیصد کمی ہو گئی۔ شرح سود میں اضافہ امریکی معیشت پر اعتماد کو بڑھاتا ہے اور یہ تاثر دیتا ہے کہ اس نے مالیاتی بحران پر قابو پالیا ہے، اس طرح امریکہ اپنے عالمی سیاسی اثر و رسوخ میں اضافہ کرتا ہے۔ امریکی سنٹرل بینک کی جانب سے شرح سود میں اضافے کے اعلان کے ساتھ ہی امریکی اسٹاک مارکیٹ وال اسٹریٹ میں حصص کی قیمتوں میں1.28 فیصد اضافہ ہوا۔ اسی طرح اسٹنڈرڈ اینڈ پورس میں1.45 فیصد اور ناسڈیک میں1.52 فیصد کا اضافہ دیکھنے میں آیا۔۔۔

5۔ یوں امریکہ نے ڈالر کی قیمت بڑھانے اور شرح سود میں اضافے کے لیے مناسب ماحول حاصل کر لیا ۔۔۔ یاد رہے کہ شرح سود میں اضافہ کی وجہ سے سونے کو ذخیرہ کرنے کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں کیونکہ ڈالر کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے سونے کی قیمت میں کمی آتی ہے اور اس سے ان ممالک کو نقصان ہوتا ہے جو ڈالر کی بجائے ریزور میں سونا جمع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ امریکہ چاہتا ہے کہ بطور عالمی کرنسی کے ڈالر کی حفاظت کرے، یہی عالمی تجارت کے لیے کرنسی رہے، سونے کی جگہ اسی کو زرمبادلہ (ریزرو) کے طور پر جمع کیا جائے، سونے کے ذریعے لین دین غیر منافع بخش ہو اور اس کو زرمبادلہ (ریزرو) کے طور پر جمع کرنا بے فائدہ ہو۔ وہ سونے کے نظام کی طرف لوٹنا نہیں چاہتا اور نہ ہی دنیا کو اس نظام کی طرف جانے دیتا ہے کیونکہ اس میں امریکہ کا بڑا نقصان ہے۔ وہ اپنی کاغذی کرنسی سے، جو کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ کچھ نہیں، دنیا بھر کی دولت خریدتا ہے، اپنی جنگی میکنزم اور باہر موجود اپنی فوج پر خرچ کرتا ہے اور ممالک کی وفاداریاں خریدتا ہے اور امداد کے نام پر مال دیتا ہے، دوسرے ممالک کی معیشت پر ضرب لگاتا ہے اور اپنی معیشت کو اس ڈالر کی بالادستی کی وجہ سے تمام ممالک کی معیشتوں، عالمی مالیاتی اداروں اور عالمی منڈی پر بالادست رکھتا ہے۔

6۔ لہذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تیل کی قیمتوں میں کمی کے اہم سبب کا تعلق امریکہ کی داخلہ اور خارجہ پالیسی کے ساتھ ہے جس کا ہدف یہ ہے:

ا۔ ملک کے اندر شرح سود کو بڑھایا جائے، کیونکہ یہ اب تقریباً اس کے لیے انتہائی اہم مسئلہ بن چکا ہے۔ اس کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ امریکہ نے مالیاتی بحران کے عوامل سے چھٹکارا پالیا ہے اور اس کی معیشت مضبوط ہے تاکہ اس پر اعتماد میں اضافہ ہو اور ریاستوں پر اس کے سیاسی اثر و رسوخ میں اضافہ ہو۔

ب۔ ڈالر پر اعتماد کو بحال کیا جائے، اس کے ساتھ مقابلے کی راہ روکی جائے اور اس کے لین دین کا دفاع کیا جائے اور دنیا کے ممالک کو اسی کو عالمی تجارت کے لیے استعمال کرنے اور زرمبادلہ کے ذخائر کے طور پر اسی کو جمع کرنے پر مجبور کیا جائے، سونے پر اعتماد کو ٹھیس پہنچائی جائے اور ڈالر کی جگہ اس کو ذخیرہ کرنے کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ خاص کر چین اور روس کی جو ڈالر کی بالادستی سے جان چھڑانے اور اپنے ذخائر میں بڑی حد تک سونے پر اعتماد کرنا چاہتے ہیں۔

7۔ اس طرح امریکہ عالمی معاشی صورت حال کو کنٹرول کرتا ہے خاص کر زیادہ اثر رکھنے والی اشیاء جیسے تیل پر۔ یہ سب اس وجہ سے ہے کہ اس کی کرنسی ڈالر ہی تیل کی خرید و فروخت کا پیمانہ ہے۔۔۔ ڈالر میں لین دین، تیل کی قیمتوں اور دوسری معدنیات اور تمام اہم اشیاء کا ڈالر میں تعین ہونا بلاواسطہ یا بالواسطہ امریکہ کی بین الاقوامی بالادستی کی دلیل ہے۔ ان اشیاء کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ ڈالر اور شرح سود کی مناسبت سے ہوتا ہے جو امریکی سینٹرل بینک طے کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی معیشت کو نزلہ بھی ہو جائے تو پوری دنیا کی معیشت بیمار ہو جاتی ہے۔ اس صورتحال میں جو چیز ضروری ہے وہ مقامی کرنسیوں کو ڈالر سے مربوط کرنے کے سلسلے کو توڑنا ہے اور بطور ریزرو کے اس کو جمع کرنے کو ترک کرنا ہے۔ ساتھ ہی سونے اور چاندی پر اعتماد کرنا اور ان دونوں کو لین دین کے لیے اور خرید و فروخت، اجرت کا اندازہ لگانے کے لیے، رائج کرنے کے لیے بطور کرنسی کے ختیار کرنا اور زرمبادلہ کے ذخائر کے طور پر جمع کرنا ہے۔ یہ قدم عظیم اسلامی خلافت کے علاوہ کوئی نہیں اٹھا سکتا جس کے لیے اللہ کی شریعت نے ہی کوئی اور نہیں سونے اور چاندی کو کرنسی مقرر کی ہے۔ تب ہی ڈالر پھر وہی کاغذ کا ٹکڑا ثابت ہو گا جو کہ اس کی اصل حقیقت ہے۔

﴿إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا * وَنَرَاهُ قَرِيبًا﴾

"ان کو یہ دور نظر آرہا ہے اور ہم اس کو قریب دیکھتے ہیں" (المعارج: 7-6)۔

12 ربیع الاول 1437 ہجری / 23 دسمبر 2015

سوال و جواب: بڑی ریاستوں کے زیر اثر ممالک کے درمیان اختلافات کی حقیقت

سوال:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کیا بڑی ریاستوں کے ماتحت ممالک یا جو ان کے مدار میں گردش کرتے ہیں، ان ممالک کے درمیان رسہ کشی ہوتی ہے؟ اگر یہ ممکن ہے تو پھر ہم اس کو کیسے بیان کریں جب یہ ایک ہی ریاست کی پیروی کرتے ہوں؟ کیا اس کشمکش کا اس غالب ریاست کے مفادات پر اثر نہیں ہو گا جس کی یہ پیروی کرتے ہیں؟ اور اگر ایسی کشمکش نہیں ہوتی تو پھر ہم عراق اور ترکی یا ایران اور سعودیہ یا ایران اور ترکی کے درمیان جو کچھ ہو رہا ہے اس کی کیا توجیہ کریں گے؟ شکریہ۔

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اس موضوع پر اہم نکتے مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ زیر اثر ممالک کچھ ایسے اقدامات کریں جن کا مقصد بڑی ریاست کو نقصان پہنچانا ہو۔ زیر اثر ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ ان خطوط پر گامزن ہوتی ہیں جو بڑی ریاست ان کے لیے کھینچتی ہے یا وہ پالیسی جس کو نافذ کرتی ہے اس سے ذرا بھی انحراف نہیں کرتے۔ اس کے خارجہ امور بڑی ریاست کے ارادے کے مطابق ہوتے ہیں اور بڑی ریاست سے مشاورت کے بغیر کسی قسم کا عمل اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا اور وہ اسی کے حکم پر چلتی ہیں جیسا کہ اردن اور برطانیہ کا معاملہ ہے۔ اس کے حکمران اسی کے احکام کو نافذ کرتے ہیں اور خارجہ پالیسی میں بڑی ریاست کو آگاہ کرنے سے پہلے کوئی قدم نہیں اٹھاتے، سوائے اس کے کہ پالیسی پہلے سے معلوم ہو اور اس پر عملدرآمد ہو رہا ہو یا اس کے ضمن میں کوئی اقدام ہو، مثال کے طور پر اردن قطر سے رابطہ کرے جو کہ برطانیہ کا تابع ہے اور کوئی قدم اٹھائے جو برطانیہ کے مفاد میں ہو۔

2۔ جہاں تک سٹلائٹ اسٹیٹ (بڑی ریاست کی مدار میں چلنے والی ریاست) کی بات ہے اس کا بڑی ریاست سے تعلق مفاد کا ہوتا ہے پیروی کا نہیں۔ اس لیے وہ خارجہ پالیسی کی بعض جزئیات میں اس کے مدار سے نکل سکتا ہے کیونکہ وہ بڑی ریاست کے مدار میں گردش کرتی ہوئی اپنے مفاد کو ڈھونڈ رہی ہوتی ہے۔ مدار میں گردش کرنے والے ملک کا خروج کس حد تک ہو سکتا ہے اس کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ بڑی ریاست اس ملک کے حکمرانوں کو اقتدار تک پہنچانے میں کس حد تک اثر انداز ہو سکتی ہے جیسا کہ 30 جولائی 2013 کے سوال و جواب میں ہے: "بڑی ریاست کے مدار میں گردش کرنے والے ملک پر اثر انداز ہونے کے عوامل کو دیکھنا ضروری ہے کہ مدار میں گردش کرنے والے ملک میں حکمران طبقہ کو اقتدار تک پہنچانے میں اس کا اثر اور دباو کس قدر ہے، اگر بڑی ریاست کا اثر زیادہ ہو تو گردش کرنے والے ملک کے لیے کسی بھی جزو سے الگ ہونا انتہائی مشکل ہو گا، بڑی ریاست کا اثر جتنا کم ہو گا گردش کرنے والے ملک کے لیے بڑی ریاست کی خارجہ پالیسی کے کسی جزو یا اس سے زیادہ سے الگ ہونا ممکن ہو گا"۔ مثلاً: کنیڈا جس طرح برطانیہ کے مدار میں گردش کرتا ہے اسی طرح امریکہ کے مدار میں بھی اپنے مفاد کے مطابق گردش کرتا ہے، مگر کنیڈا نے 29 ستمبر 2015 کو اعلان کیا کہ ایران دہشت گردی کی پرورش کرنے والا ملک ہے اور اس کے سفارت خانے کو بھی بند کر دیا، بلکہ کہا کہ "ایران آج عالمی امن و سلامتی کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے" جیسا کہ اس کے وزیر خارجہ جون بیرڈ نے کہا۔ یہ اس ایٹمی معاہدے کے بعد تھا جس کو امریکہ نے تیار کیا تھا اور جس کا مقصد ایران کو خطے میں امن کے حصول کے نام پر کھلم کھلا اپنا شریک کار بنانا تھا۔ امریکہ کے مدار میں گردش کرنے والے کنیڈا کا یہ قدم جزوی طور پر امریکہ مخالف تھا، اس کی پالیسی کی حمایت نہیں تھی۔ امریکہ کا مفاد یہ تھا کہ کنیڈا ایران کو امن کی کوشش کرنے والے ملک کے طور پر قبول کرے نہ کہ اس کے ساتھ تعلقات کو منقطع کر کے اس کو دہشت گرد ریاست قرار دے جو امن کے لیے خطرہ ہے۔ یوں مدار میں گردش کرنے والے ملک کے لیے جزوی طور پر بڑی ریاست کی مخالفت ممکن ہے بشرطیکہ گردش کرنے والے ملک کے حکمرانوں کو اقتدار تک پہنچانے میں بڑی ریاست کا بڑا عمل دخل نہ ہو۔

جہاں تک ترکی کا تعلق ہے 30 جولائی 2013 کے سوال جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ:" حکمران طبقے کو اقتدار تک پہنچانے میں امریکہ کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ اردوگان کو اس بات کا احساس ہے کہ وہ امریکہ کی مدد سے اقتدار تک پہنچا اور داخلی استحکام حاصل کر سکا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کا انجام امریکہ سے مربوط ہے جس کا ترکی پر بڑا اثر و رسوخ ہے۔ حکومت، حکمران، عدلیہ، معیشت، فوج اور سیکورٹی اداروں پر امریکہ کا کنٹرول ہے۔۔۔ اس لیے ترکی میں حکومت پر امریکہ کا اثر گہرا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکی کے لیے امریکی خارجہ پالیسی کے کسی بھی جزو سے نکلنا بڑا مشکل ہے"۔ سوال کے جواب کا اختتام یہ کہہ کر

ہوا تھا کہ "یعنی ترکی اس وقت امریکی مدار میں گھومتا ہے، ترکی کے معاملات پر امریکی اثر مضبوط ہے، اگر ترکی کا امریکہ کے ساتھ ربط اسی طرح مضبوط رہا تو ترکی امریکہ کے مکمل زیر اثر آئے گا اور مدار میں اس کی گردش بھی سوالیہ نشان بن جائے گی!" اس لیے ترکی کنیڈا کے سطح پر نہیں، اس پر امریکہ کا اثر اس قدر زیادہ ہے کہ ترکی کسی جزوی معاملے میں بھی امریکہ سے الگ نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ امریکہ کے ساتھ اپنے ربط کو مضبوط کر رہا ہے اور چھوٹی بڑی چیز میں اس کی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے، چنانچہ جب ترکی نے اپنے معاون وزیر خارجہ فریدون سنیرلی اوغلو کے زبانی 11 اگست 2015 کو امریکی ٹی وی سی این این سے بات کرتے ہوئے کہا:" دونوں ممالک(ترکی اور امریکہ) نے نو وار زون (غیر جنگی علاقہ) بنانے پر اتفاق کیا ہے جس کی لمبائی 100 کلو میٹر اور چوڑائی تقریبا 50 کلومیٹر ہوگی"۔ ترک وزارت خارجہ نے اپنے اس بیان میں یہ بھی کہا کہ " اس علاقے پر شامی اپوزیشن کا کنٹرول ہو گا اور امریکہ اور ترکی مل کر اس کو فضائی دفاع فراہم کریں گے"۔ امریکہ نے اس کو مسترد کر دیا اور اپنے دفتر خارجہ کے ترجمان مارک ٹونر کی زبانی 12 اگست 2015 کو کہا:" نو وار زون علاقے پر کوئی اتفاق نہیں ہوا۔۔۔اس کو ترکی کے بیان کا علم نہیں ایسا کچھ بھی نہیں"۔ اور کہا:" ہم نے اسی اسٹیج پر اور کئی دوسرے مواقعوں پر واضح کیا ہے کہ کوئی نو وار زون نہیں۔۔۔"۔ یوں ترکی اس جزوی معاملے میں بھی امریکہ سے الگ نہیں ہو سکا، جب نو وار زون قائم کرنا چاہا تو یہ کہا کہ امریکہ کے ساتھ اتفاق ہو چکا ہے، یعنی وہ امریکہ کی جانب سے حامی بھرے بغیر خارجہ پالیسی میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا ہے جس کام کے لیے امریکہ حامی نہ بھرے وہ کام نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر معتدل اپوزیشن کو تربیت دینے کا کام جو امریکہ نے ایک سال پہلے شروع کیا تھا ترکی نے بغیر کسی اعتراض کے اس کی حمایت کی۔ اسی طرح ترکی میں امریکی اڈہ بنانے کا معاملہ جو کہ صرف امریکہ کے مفادات کو پورا کرنے کے لیے ہے۔ ترک وزارت خارجہ نے 29 جولائی 2015 کو شام پر فضائی حملوں کے لیے انجرلیک کا ہوائی اڈہ امریکی فضائیہ کے حوالے کرنے کے معاہدے پر دستخط کر دیے۔ ایسے بہت سے واقعات موجود ہیں۔ اسی لیے یہ تصور کرنا بھی ممکن نہیں کہ ترکی اردوگان کے دور میں جزوی طور پر بھی امریکہ کی مخالفت کرے گا، وہ امریکی خارجہ پالیسی پر ایسے عمل پیرا ہے گویا کہ وہ اس کے ماتحت ہے۔ اردوگان کے اقتدار میں آنے کے بعد گزشتہ 13 سالوں میں اس نے امریکہ کی کوئی مخالفت نہیں کی۔ حال ہی میں اردوگان نے سعودیہ کا دورہ کیا جس کا بادشاہ سلمان امریکہ کا ماتحت ہے اور دونوں ملکوں نے 30 دسمبر 2015 کو دوطرفہ تعلقات کی توثیق کے لیے تزویراتی کمیٹی کی بنیاد رکھنے کا اعلان کر دیا۔ ترکی نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لیے سعودیہ کی جانب سے قائم کیے جانے والے اتحاد کی حمایت کی جیسا کہ سعودی ولی عہد دوئم محمد بن شاہ سلمان نے اعلان کیا ہے۔

3۔ رہی بات ایران کی تو وہ امریکی مدار میں ہی گردش کرتا ہے اور جزوی طور پر بھی اس سے باہر نہیں۔ یہ مکمل زیر اثر ملک بننے کے قریب ہے خاص کر موجودہ صدر حسن روحانی کے دور میں اور وزارت خارجہ میں ان کے گروپ سربراہ کو تو امریکہ کا ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ شام کے موضوع پر ترکی کے ساتھ سودے بازی کر لی ہے چنانچہ ترک وزارت خارجہ کے ترجمان لیفنت جمر کجیی نے 28 نومبر 2013 کو دونوں ملکوں کے درمیان" دوطرفہ تعلقات کو مضبوط بنانے کے بارے میں مکمل ہم آہنگی کی موجودگی "کا اعتراف کیا اور " شام کے حوالے سے مثبت بات چیت "کا بھی اقرار کیا اور یہ بھی کہا کہ "شام میں خون ریزی روکنے اور بحران کو حل کرنے کے بارے میں دونوں ملکوں کے درمیان مکمل تعاون موجود ہے"۔ اردوگان نے 7 اپریل 2015 کو دوطرفہ تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے ایران کا دورہ کیا، یعنی دونوں کے درمیان فکری اختلاف کی موجودگی خارجہ سیاست میں سودا بازی اور امریکی خطوط پر چلنے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ ایٹمی مذاکرات کے موضوع پر ترکی نے ایران کی حمایت کی۔۔۔

4۔ ایک ہی بڑی ریاست کے زیر اثر ملکوں یا اس کے مدار میں گردش کرنے والے ملکوں کے درمیان حقیقی چپقلش کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ در حقیقت بڑی ریاست ہی ان کی خارجہ پالیسی کو عمومی مرتب کرتی ہے، عام طور پر اسی پالیسی کے دائرے میں ہی چپقلش ہوتی ہے۔۔۔ یہ تو چپقلش کے لحاظ سے ہے۔ جہاں تک کسی چپقلش کے بغیر اختلاف کا تعلق ہے تو یہ مدار میں گردش کرنے والے ممالک میں زیادہ واضح ہوتا ہے اور اس کا امکان تین حالتوں میں ہوتا ہے:

پہلی حالت: بڑی ریاست کے مفادات کو پورا کرنے کے لیے کردار کی تقسیم کے ضمن میں۔

دوسری حالت: اس وقت جب اختلاف اندرونی ہو، کوئی خارجی محرک ایسا نہ ہو جو بڑی ریاست کی خارجہ پالیسی پر اثر انداز ہوتا ہو جس پر وہ ممالک مدار میں گردش کرتے ہیں۔

تیسری حالت: دونوں میں سے ایک ایجنٹ کی پشت پناہی کے ذریعے ماحول کو گرمانا مقصود ہو "اگر ماحول ٹھنڈا" ہے، پھر پشت پناہی کا مقصد پورا ہونے پر ماحول کو ٹھنڈا کرنے کی طرف لوٹنا مقصود ہو۔

پہلی حالت کی مثال:

ترکی اور ایران دونوں عراقی کردستان میں امریکی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے مختلف کردار نبھاتے ہیں جس میں بظاہر تضاد ہے مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دونوں کا کردار امریکی مفاد کو پورا کرنے کے لیے ہے:

۔ ایران اس علاقے میں امریکی ایجنٹوں کی حمایت کرتا ہے، جہاں مسعود البرزانی برطانوی ایجنٹ ہے، اس لیے ایران یہاں اس کے مخالفین کی حمایت کرتا ہے۔ جن میں غوران تحریک ہے جو کہ کردستان صوبے میں ایک سیکولر سیاسی تحریک ہے جس کی بنیاد 2009 میں نوشیرواں مصطفی نامی کرد سیاست دان نے رکھی ہے جس نے امریکی وفادار کردستان قومی اتحاد سے استعفی دیا تھا کیونکہ یہ پارٹی کردستان میں اس وقت سے کمزور ہوئی تھی جب اس کے بانی اور سربراہ جلال طلبانی عراق کے صدر بن گئے۔ یہ پارٹی البرزانی کی پارٹی کی طرح کرپشن میں ملوث ہوئی، اس وجہ سے امریکہ کو نئی شکل کے ساتھ نئی پارٹی بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لیے غوران کی تحریک منظر عام پر آگئی اور اس نے کرپشن کے خلاف آواز بلند کی اور برزانی کے خلاف اپوزیشن میں متحرک ہوئی اس کو گرانے یا کمزور کرنے کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ عوامی انتخابات کی بجائے صوبائی اسمبلی کے ذریعے صوبے کے لیے صدارتی انتخابات کا مطالبہ کیا، صدر سے اختیارات چھین کر پارلیمنٹ کو دینے کا مطالبہ کیا۔ صوبے میں ہونے والے 2013 کے انتخابات میں حصہ لیا اور 111 میں سے 24 نشستیں حاصل کی، یوں یہ برزانی کی پارٹی جس نے 38 نشستیں لیں تھی کے بعد دوسری بڑی پارٹی بن گئی ۔ طلبانی کی پارٹی 18 نشستیں لے کر تیسرے نمبر پر چلی گئی۔

۔ جہاں تک ترکی کا تعلق ہے وہ برزانی کو اپنے زیر اثر رکھنے اور اس کو امریکی مفادات کے لیے رام کرنے کا کام کرتا ہے، اس لیے وہ صوبے میں کئی معاشی منصوبوں پر کام کر رہا ہے۔ ساتھ ہی اس پر دباو جاری رکھتا ہے کہ وہ انگریز کے ایجنٹوں کے ساتھ تعلقات منقطع کریں جو کردستان لیبر پارٹی کی شکل میں شمالی عراق کے قندیل پہاڑیوں میں ڈیرہ ڈال کر ترکی کے خلاف مسلح کاروائی کر رہے ہیں۔ ترک ہوائی جہاز ان علاقوں میں ان کو نشانہ بنا رہے ہیں جبکہ برزانی اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کر پاتا کیونکہ وہ ترکی کا محتاج ہو چکا ہے اور ترکی بھی ریاست کے صدر کے طور پر اس کا استقبال کرتی ہے اور ترکی نے اس کے علاقے میں قونصل خانہ کھولا ہوا ہے اور اس سے تیل خرید رہا ہے۔

یوں یہ دونوں بظاہر متصادم نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں امریکی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔

دوسری حالت کی مثال:

۔ نمر کو پھانسی دینے پر سعودیہ اور ایران کے درمیان پیدا ہونے والی حالیہ کشیدگی۔ نمر کو سزائے موت ایک سال سے زیادہ عرصہ پہلے 16 اکتوبر 2014 میں سابق شاہ عبد اللہ کے عہد میں سنائی گئی تھی جو برطانوی ایجنٹ تھے، اور سزائے موت پر عملدرآمد کرنے سے پہلے وہ مر گیا۔۔۔ یہ شیخ قطیف اور احساء کو الگ کر کے بحرین کے ساتھ ملا کر ایک ہی مستقل صوبہ تشکیل دینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ ایران یہ دعوی کرتا ہے کہ بحرین اس کا حصہ اور چودھواں صوبہ ہے۔ اس لیے اس کو سزائے موت نہ دینا موجودہ امریکی ایجنٹ شاہ سلمان کے لیے سر دردی کا باعث ہو سکتا تھا۔ اس وجہ سے اس کے ساتھ 46 دوسرے افراد کو پھانسی دی جن میں 43 کے بارے میں حکومت نے کہا کہ تکفیری، خوارج اور دہشت گرد گروپوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔

یہ تو سعودیہ کے حوالے سے تھا، جہاں تک ایران کا تعلق ہے اس کی مذہبی اور فرقہ وارانہ حقیقت اس کو اس سزا پر احتجاج کرنے پر مجبور کرتا ہے کیونکہ اس کی داخلی صورتحال مسلکیت اور فرقہ واریت سے بھرپور ہے۔۔۔

مگر یہ کشیدگی دونوں کو امریکی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے سے نہیں روکے گی۔ امریکہ نے اس کشیدگی کو کم کرنے کے لیے ڈوریاں ہلانا شروع کی ہے چنانچہ امریکہ وزیر خارجہ جان کیری نے کہا: "ہم سمجھتے ہیں کہ سفارتی گفت وشنید اور براہ راست بات چیت اختلافات کو ختم کرنے کے بنیادی ذرائع ہیں اور ہم عنقریب خطے کی قیادت کو کشیدگی میں کمی کے اقدامات کرنے کی ترغیب دیں گے "(القدس 4 جنوری 2016)۔ اس کے بعد جان کیری نے اپنے ایرانی ہم منصب جواد ظریفی سے رابطہ کر کے صورت حال کا جائزہ لیا، اور یہ بیان دیا کہ: "ہم کشیدگی کو کم کر کے ان کے درمیان بات چیت شروع کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے درمیان پرامن سفارتی حل تک پہنچ سکیں" (سی این این 4 جنوری 2016)۔۔۔ اس کے بعد سعودی وزیر خارجہ عادل الجبیر نے 4 جنوری 2016 کو کہا" تہران کو حقیقی ریاست کی طرح اقدامات کرنے چاہیے تاکہ منقطع سفارتی تعلقات کو بحال کیا جاسکے "۔ اقوام متحدہ میں سعودی مندوب عبد اللہ المعلمی نے کہا:" ایران کے ساتھ بحران کا شام اور یمن میں امن کو ششوں پر اثر نہیں ہو گا۔ ہم اقوام متحدہ کی نگرانی میں 25 جنوری کو جنیوا میں شام کے بارے میں ہونے والے پہلے سے طے شدہ مذاکرات میں شریک ہوں گے "۔۔۔ شام کے لیے بین الاقوامی نمائندہ ڈی میسٹورا نے سعودیہ

کے دورے اور وزیر خارجہ جبیر سے ملاقات کے بعد کہا: "سعودیہ نے یقین دہانی کرائی ہے کہ ایران کے ساتھ کشیدگی اسی مہینے شامی مسئلے کے سیاسی حل کے حوالے سے جنیوا میں مقررہ مذاکرات پر اثرانداز نہیں ہوگی" (الجزیرہ 5 جنوری 2016)۔ یعنی دونوں ملکوں کے درمیان یہ کشیدگی داخلی موضوع ہے یہ شام کی تحریک کو ختم کرنے، اس کے اسلامی منصوبے کو ناکام بنانے اور شام کی مجرم سیکولر حکومت کو بچانے کے امریکی منصوبے کو عملی جامہ پہنانے پر اثر انداز نہیں ہوگی۔۔۔

یوں داخلی محرکات کبھی وقتی طور پر اختلاف کو نمایاں کرتے ہیں مگر یہ ان محرکات کے زائل ہونے یا کم ہونے تک ہوتا ہے، مگر یہ اختلاف قابو میں ہوتا ہے اور امریکی مفادات کو نقصان نہیں پہنچاتے۔

تیسری حالت کی مثال:

۔ ترک فورسز کی موجودگی پر عبادی کے اعتراض کا موضوع۔ یہ اپنے اور اپنی حکومت کے موقف کو سہارا دینے کے لیے ہے جو کہ زوال پذیر ہے اور اپنا اعتماد کھو چکا ہے۔ اس لیے امریکہ نے اپنے ایجنٹ عبادی اور اس کی حکومت کے صورت کو بہتر بنانے کے لیے سرخی پوڈر لگانے کے لیے اس موضوع کو چھیڑا جس کا مقصد یہ ظاہر کرکے کہ یہ ملک کا محافظ ہے اس کو اخلاقی سہارا دینا ہے!۔ ترکی نے اس کو جواب دیا کہ یہ فورسز ایک سال قبل اسی کے مطالبے پر اس کی فورسز کو تربیت دینے کے لیے وہاں گئی تھیں۔ اس کے باوجود ترکی نے اس کے جواب میں اپنی فورسز کو جزوی طور پر واپس بلالیا۔ اس کے بعد عرب لیگ نے ایک بیان جاری کر کے عبادی کی حمایت کی اور ترکی سے فوج واپس بلانے کا مطالبہ کیا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ اس لیگ کو امریکہ چلا تا ہے۔ اس لیے یہ معاملہ بغیر کسی کشمکش کے ختم ہوا!

یاد رہے کہ امریکہ عبادی کی صرف اخلاقی حمایت نہیں کرتا بلکہ بات اس سے بہت آگے ہے۔ وہ ان حالات میں یہ نہیں چاہتا کہ عبادی کی حکومت گر جائے، خاص کر عبادی رمادی کو آزاد کرانے کا دعوی کرنے کے بعد اس میں ناکامی پر ہل چکا ہے اور اس کو امریکی مدد کے گھونٹ کی ضرورت ہے۔ اس لیے اس نے رمادی پر پے درپے 630 فضائی حملے کروائے جیسا کہ 30 دسمبر 2015 کو وائٹ ہاوس نے ایک بیان میں کہا اور اس کے بعد عراقی فوج کی جانب سے رمادی میں حکومتی کمپلکس پر قبضے کا اعلان کیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ بعید از امکان ہے کہ دو زیر اثر ممالک یا ایک ہی بڑی ریاست کے مدار میں گردش کرنے والے ممالک کے درمیان حقیقی چپقلش ہو، ہاں کرداروں کی تقسیم کے لحاظ سے یا داخلی عوامل کی وجہ سے یا کسی ایک ایجنٹ کی حمایت کی وجہ سے محدود اختلاف رونما ہو سکتا ہے، لیکن تمام حالات میں اس سے بڑی ریاست کے مفادات کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔

2 ربیع الثانی 1437 ہجری / 12 جنوری 2016

بقیہ صفحہ 36 سے

تم مسلمان ہو، اور اسلام اللہ کے نازل کردہ کے ذریعے حکمرانی کرنے کو فرض قرار دیتا ہے، اور اسلام کا نظام حکومت خلافت راشدہ ہے، یہ اللہ کے اذن سے مومنوں کے ہاتھوں قائم ہونے والی ہے کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ اور رسول اللہ ﷺ کی بشارت ہے۔۔۔ ہوش میں آو، حق کی طرف لوٹنا اچھی بات ہے، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں۔ کیا تم میں کوئی ہوشیار آدمی ہے جو حکومت کے ساتھ جنگ بندی کو مسترد کرنے کا اعلان کر دے، رسوائے زمانہ ذلیل کانفرنس کا بائیکاٹ کرے؟ کیا تم میں کوئی ہے؟ ﴿أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ﴾ "کیا تم میں کوئی ہوشیار آدمی نہیں؟" (ھود:78)

اے سرزمین شام کے مخلص اور صادق لوگو! تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔۔۔ جس حق پر قائم ہو اسی پر ثابت قدم رہو، باطل کی ایک باری ہے اور حق کی کئی باریاں، تمہاری تحریک یقیناً باطل کو بے نقاب اور رسوا کرنے والی ہے۔ اس تحریک نے سازشیوں کو بے نقاب اور منافقین کو رسوا کیا، اور اب سب کے سامنے ننگے ہیں، اس لیے کوئی غافل ہی ان سے دھوکہ کھاتا ہے اور کوئی جاہل ہی ان کے مکر سے بے فکر ہو جاتا ہے۔

بے شک حزب التحریر ہی وہ قائد ہے جو اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا، وہ تمہارے ساتھ اور تمہارے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منصوبوں کو ناکام بنانے اور خلافت راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی زندگی کی واپسی کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے ہے، اس کی مدد کرو، اس کا ہاتھ بٹاو تاکہ ہم اکٹھے خلافت کی صبح کا طلوع ہوتے ہوئے دیکھیں۔

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾

"اس دن مومنین اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے غالب اور مہربان ہے" (الروم: 5-4)۔

حزب التحریر

29 صفر 1437 ہجری / 11 دسمبر 2015

دو شر انگیزیاں ایک ساتھ

شام کے اندر جنگ بندی اور باہر سعودیہ عرب میں مذاکرات!

اپوزیشن کے سینکڑوں جنگجو اور شہری بدھ کو الوعر کے علاقے سے نکل گئے، جو شام کے وسط حمص شہر میں ان کا آخری علاقہ تھا۔ فرانسیسی نیوز ایجنسی اے۔ایف۔پی کے مطابق یہ انخلا گزشتہ ہفتے اقوام متحدہ کی نگرانی میں حکومتی نمائندوں کے ساتھ طے پانے والے معاہدے کے نتیجے میں ہوا۔۔۔ اے ایف پی کے نمائندے کے مطابق انخلاء کرنے والے جنگجوؤں اور شہریوں کی بسوں کے ہمراہ شامی ہلال احمر کی دس ایمبولنس اور اقوام متحدہ کی دس بکتر بند جیپیں بھی ہمراہ تھیں جبکہ شامی فوج کی گاڑیاں اس کے علاوہ تھیں ۔۔۔ اپوزیشن جنگجوؤں اور شامی حکومت کے درمیان اقوام متحدہ کی زیر نگرانی دسمبر میں طے پانے والے معاہدے میں کہا گیا ہے کہ الوعر کے علاقے سے 2 ہزار جنگجو اور شہری خاندان نکل جائیں گے۔۔۔شامی انسانی حقوق کی تنظیم کے ڈائریکٹر رامی عبد الرحمن نے اے ایف پی سے بات کرتے ہوئے کہا کہ یہ بسیں حمص شہر جا رہی ہیں جہاں سے حماۃ کے صوبے میں المضیق کے قلعے کی طرف جائیں گے، پھر یہ ادلب کے صوبے کا رخ کریں گے جہاں گزشتہ گرمیوں سے جیش الفتح کے گروپوں کا قبضہ ہے جن میں سب سے نمائیاں جبہۃ النصرۃ ہے۔(مونٹی کارلو انٹر نیشنل09/12/2015)

انہی دنوں کے دوران ریاض میں اپوزیشن کی کانفرنس منعقد کی گئی تا کہ ایک "غیر حقیقی" وفد وجود میں لایا جائے جو اسلام کے مسکن شام میں لبرل جمہوری ریاست کے ہدف کے حصول کے لئے عبوری حکومت کے قیام معاملے پر شامی حکومت سے مذاکرات کرے گا! " آج ریاض میں شامی سیاسی و فوجی اپوزیشن کا اجلاس سعودی وزیر خارجہ عادل الجبیر کی موجودگی میں شروع ہوا تا کہ ایک مشترک اختیار کیا جائے۔ شرکاء سیاسی حل کے لئے متفقہ نکات تک پہنچنے اور حکومت کے ساتھ ممکنہ مذاکرات میں شرکت کے لیے وفد تشکیل دینے کی کوشش کر رہے ہیں ، جبکہ بڑے ممالک ان مذاکرات کو جنوری کے پہلے ہفتے میں کروانا چاہتے ہیں۔ منگل کو کئی اپوزیشن راہنماؤں نے ریاض کے انٹر کان ٹینینٹل ہوٹل میں اپنے درمیان غیر رسمی ملاقاتیں کیں، جس میں مغربی اور روسی سفار تکاروں نے بھی شرکت کی "(العربیۃ نیٹ 09/12/2015)۔

یہ ملاقاتیں بدھ اور جمعرات (9،10/12/2015) کو جاری رہیں جس کے بعد ایک اختتامی بیان جاری کیا گیا جس میں کہا گیا ہے کہ " سعودی عرب کی حکومت کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے شامی تحریک کی فوجی قوتوں اور اپوزیشن نے جمعرات کو ریاض میں ایک طویل اجلاس منعقد کیا۔۔، جس کا ہدف صفوں کو ایک کرنا اور جنیو-1 کے اعلامیے کے مطابق شام کے مسئلے کے سیاسی اور مذاکراتی حل کے بارے میں مشترکہ نقطہ نظر تک پہنچنا ہے۔۔۔حاضرین نے شامی سرزمین کی وحدت کو برقرار رکھنے اور شامی ریاست کو اپنا ایمان قرار دیا۔ اس کے علاوہ شرکاء نے جمہوری ڈھانچے کی پابندی کا بھی عہد کیا اور اس عزم کا اظہار کیا کہ شامی ریاست کے اداروں کی حفاظت کی جائے گی۔ شرکاء نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس سیاسی حل کا ہدف ایک ایسی ریاست کا قیام ہے جو وطنیت کی بنیاد پر قائم ہو، جس میں بشار، اس کی حکومت کے اہم ستونوں کے لیے کوئی جگہ نہ ہو۔۔۔شرکاء نے شامی حکومت کے نمائندوں کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے کے لیے اپنی رضامندی کا اظہار بھی کیا، جو جنیوا- 1 کے اعلامیے، جس کو 30 جون 2012 کو جاری کیا گیا تھا اور متعلقہ بین الاقوامی فیصلوں کے مطابق ہوں گے، اور یہ کہ بشار اور اس کے حکومتی ستونوں کو عبوری حکومت کی ابتداء کے ساتھ ہی سبکدوش ہو جانا چاہیے "(24 ایس پی اے10/12/2015)۔

" جمعرات کی شام ہونے والی پریس کانفرنس میں خلیج تحقیقاتی مرکز کے سربراہ عبد العزیز الصقر، جس نے کانفرنس کی میزبانی کی، نے کہا کہ جنوری کے پہلے دس دنوں کے اندر شام کی اپوزیشن کا وفد حکومتی وفد سے ملاقات کرے گا۔ اسی کے ساتھ الصقر نے تصدیق کی کہ تمام شرکاء کی جانب سے اختتامی بیان پر دستخط کیے گئے ہیں، جس میں مسلح اپوزیشن سے تعلق رکھنے والی احرار الشام بھی ہے، جس کی نمائندگی تنظیم کے قائد لبیب النحاس کر رہے تھے۔ اور یہ اس کے بعد ہوا جب تنظیم نے اپنے ٹوئیٹر پیغام میں کانفرنس سے الگ ہونے کا اعلان کیا تھا۔۔۔ معاہدے میں 32 رکنی سپریم کونسل کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں دس گروپوں سے ہیں، نو اتحاد کے، پانچ انتظامی ادارے کے اور آٹھ آزاد ہیں"(الجزیرہ نیٹ 11/12/2015)۔

ان جنگ بندیوں اور مذاکرات کے محرکات پر غور کرنے والا یہ دیکھ سکتا ہے کہ یہ جنگ بندیاں اور

مزاکرات اسلام کے مسکن شام کے خلاف خبیث سازشوں کی پیداوار ہیں، جس کی ڈوریاں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن مغربی اور مشرقی ممالک امریکہ کی قیادت میں ہلا رہی ہیں، جو ان کو یہ ڈوریاں فراہم کرتے ہیں وہ ایجنٹ اور سرکش کی حکومت کے آلہ کار اور مددگار ہیں، اور ہمسایہ ممالک کے ایجنٹ حکمران ہیں، اور اس میں اپوزیشن میں سے وہ بعض سیاسی اور عسکری گروہ ہیں جنہوں نے سرکش کے خلاف مزاحمت کا لبادہ اڑھ رکھا تھا اور اب اس کے ساتھ جنگ بندی کر رہے ہیں، اب اپوزیشن کا روپ دھار کر اس کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں، گویا کہ جو خون بہایا گیا، جو حرمتیں پامال کی گئیں وہ کچھ بھی نہیں تھیں، اور یہ قربانیاں چند ڈالروں اور حکومت کی کچھ حصے کے بدلے بے معنی ہو گئیں! یہ جنگ بندیاں اور ریاض میں اپوزیشن کی کانفرنس شام اور اہل شام کے خلاف ایک ہی منبع سے نکلتے ہیں:

☆جہاں تک جنگ بندی کا تعلق ہے تو ایسا کرنا ملک اور اس میں بسنے والوں کو سرکش کے حوالے کر دینے کے مترادف ہے۔ ہماری خواہش تھی کہ اس جنگ بندی پر دستخط کرنے والے ان محفوظ جگہوں پر ہی رہتے لیکن انہیں تو وہاں سے نکال کر ایسی جگہ جمع کیا جارہا ہے جہاں ان کو ہر طرف سے ہر قسم کے اسلحے سے نشانہ بنانا آسان ہو جائے۔۔۔ انہوں نے الزبدانی کی جنگ بندی میں یہ مطالبہ کیا ہے کہ جنگ بندی کرنے والے شمال میں ادلب کی طرف جائیں جب کہ الوعر کی جنگ بندی میں بھی یہ شرط لگا رہے ہیں کہ جنگ بندی کرنے والے شمال میں ادلب کی طرف جائیں! ہر عقلمند شخص یہ جانتا ہے کہ اس حکومت کے لیے عہد شکنی کرنا پلک جھپکنے سے بھی آسان ہے! اس سے پہلے بھی حکومت 2011 سے کئی جنگ بندیاں کر کے توڑ چکی ہے جب بھی توڑنا اس کے مفاد میں ہوتا ہے۔ ان توڑی جانے والی جنگ بندیوں میں 10 اپریل 2012 میں کوفی عنان جنگ بندی، 18 اکتوبر 2012 کے عرصے میں عید الاضحی جنگ بندی، جنوری 2014 کے مہینے میں برزۃ علاقے کی جنگ بندی، ستمبر 2014 کے مہینے میں القابون علاقے کی جنگ بندی، شمالی ادلب کے کفریا اور الفوعہ کی جنگ بندی، الزبدانی اور دمشق کے مضافات میں مضایا کی 20 ستمبر 2015 کی جنگ بندی شامل ہیں۔ الزبدانی جنگ بندی کے معاہدے میں الزبدانی کے تمام مسلح اور غیر مسلح لوگوں کو ادلب کی جانب جانے کی شرط لگائی گئی!۔۔۔ اب الوعر دسمبر 2015 کی جنگ بندی میں بھی اپوزیش کے مسلح لوگوں کو ادلب کے مضافات کی طرف جانے کی شرط لگائی گئی ہے۔۔۔ الوعر معاہدے پر عمل شروع کرتے ہی حمص شہر کے وہ تمام علاقے، جن کو پہلے " انقلاب کا دار الخلافہ " کہا جاتا تھا، جہاں سے 2011 میں حکومت کے خلاف احتجاج شروع ہوا تھا، وہ اب شامی فوج کے ماتحت آ گئے۔۔۔ یوں جنگ بندی کے بعد جنگ بندی ہو رہی ہے یہاں تک کہ سرکش کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے والا اپوزیشن کمزور ہو جائے۔

﴿كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا﴾

" اس بوڑھیہ کی طرح جو بھرپور محنت سے دھاگہ کاتنے کے بعد خود اس کو کاٹ کاٹ کر ختم کر دیتی ہے "(النحل:92)۔

موجودہ جنگ بندیاں حکومت کی عمر کو بڑھانے کی کوششوں میں سے ایک کوشش ہے اور اس کے کھوئے ہوئے اقتدار کو توسیع دینے کے لیے ہیں، اور امریکہ اور اس کے پیروکاروں کی جانب سے ریاض کانفرنس کے ذریعے اس کا متبادل تیار کیے جانے تک صورت حال کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے ہے۔ اسی لیے امریکی صدر نے الوعر جنگ بندی کے بارے میں نیک خواہشات کا اظہار کیا اور اس قسم کی مزید جنگ بندیوں کی ضرورت پر زور دیا۔ اس معاہدے کی رو سے جنگجو اور ان کے خاندانوں کو شمال مغرب میں ترک سرحد کے ساتھ ان علاقوں میں منتقل کیا جا رہا ہے جن پر مسلح اپوزیشن کا قبضہ ہے یہی جنگ بندی کے معاہدوں کا ماڈل ہے جو ان علاقوں پر لاگو کیا جا رہا ہے۔ اوباما نے کہا یہی اس ماڈل کا شام میں بڑے پیمانے پر نافذ کیا جا سکتا ہے "(رائٹرز 9 دسمبر 2015)۔

ہم ان جنگ بندیوں کے پیچھے بھاگنے والوں کو خبر دار کرتے ہیں، خاص کر ان تحریکوں کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتی ہیں، ہم ان کو تنبیہ کرتے ہیں کہ یہ جنگ بندی وہ سازش ہے جس کے ذریعے نہ صرف یہ کہ انہیں ایک ایک کر کے ان کے علاقوں سے نکالا جائے گا تاکہ حکومت ان جگہوں پر قابض ہو جائے اوع اس کی عمل داری والے علاقے بڑھ جائیں بلک ان کو ایک جگہ جمع کر کے ختم کیا جائے گا، اور ہم ان کو نصیحت کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو حکومت کے رحم و کرم پر نہ چھوڑیں، وہ اپنے وعدوں کی پاسداری نہیں کرتی اس بات کا ایک سے زیادہ بار تجربہ وہ کر چکے ہیں جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ اور جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے :

«لاَ يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ»

" مومن ایک ہی سراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا " (اس کو بخاری نے روایت کیا ہے)، تو وہ کیسا شخص ہے جس کو بار بار ڈسا جائے؟!۔۔۔

☆رہی بات ریاض کانفرنس کی جس کے اعلامیے سے یہ واضح ہے کہ اپوزیشن کا وفد تشکیل دیا جائے گا جو حکومت سے مذاکرات کرے گا اور مذاکرات کے مرحلے میں بشار اقتدار میں رہے گا حالانکہ یہ لوگ پہلے اس کو نہیں مانتے تھے! اس میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ

جمہوری طریقہ کار کے ذریعے لبرل جمہوری ریاست قائم کی جائے گی۔۔۔اور یہ کہ حل کی بنیاد جنیوا-1 ہے، یعنی عبوری حکومتی ڈھانچے کا قیام۔ اس عبوری حکومتی ڈھانچے کے پاس مکمل انتظامی اختیارات ہوں گے۔ یہ عبوری حکومت موجودہ حکومتی اراکین ، اپوزیشن اور دوسرے گروہوں پر مشتمل ہوگی اور اس کی تشکیل دوطرفہ ہم آہنگی کی بنیاد پر ہوگی۔۔۔ موجودہ حکومتی ادارے بھی باقی رہیں گے۔۔۔ اور یہ کونسل کثیر الجہتی جمہوری ریاست قائم کرے گی۔۔۔

کانفرنس کے اعلامیے میں یہ نمایاں نکات ہیں۔

کانفرنس کے پس پردہ محرکات اور اس کے انعقاد کے عوامل پر نظر ڈالنے سے یہ واضح طور پر نظر آتا ہے کہ امریکہ، اتحاد اور معتدل یا بے راہ گروپوں میں سے اپنے لیے ایسے ایجنٹ تیار کرنے میں ناکامی رہا ہے جو اہل شام کے لیے قابل قبول ہو اور موجودہ ایجنٹ کی جگہ بھی لے سکیں۔ یہ سوچتے ہوئے پاک سرزمین کے ایک سرکش کی طرف دیکھا کہ وہ اس مقصد میں اس کی مدد کرسکتا ہے کیونکہ اس کے پاس دولت اور گمراہی کے ذرائع موجود ہیں۔ اسی لیے جان کیری نے پیرس میں کانفرنس کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا کہ " شامی اپوزیشن کو متحد کرنے کے لیے جن مذاکرات کی سعودیہ قیادت کررہا ہے اس میں شام کے بحران کو ختم کرنے کے لیے سیاسی بات چیت شروع کرنے کی طرف اہم پیش رفت ہوئی ہے "(رائٹرز عربی 10/12/2015)۔ ایسا اس لیے ہے کیونکہ امریکہ یہ سمجھتا ہے کہ سعودی شاہ، جس نے اسلامی لباس زیب تن کررکھا ہو، اگر وہ عوامی جمہوری ریاست کی بات کرے تو اس کی بات کو استعماری کفار کے مقابلے میں زیادہ پذیرائی ملے گی، مگر امریکہ کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ حق واضح ہے اور دھوکہ باز چاہے کافر ہوں یا منافق اہل حق کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔۔۔

ریاض کانفرنس کی ناکامی اسی کے ساتھ لگی ہوئی ہے، چاہے یہ اکھٹے ہونے والوں کے لحاظ سے ہو یا اعلان کے لحاظ سے، کیونکہ شام کے جواں مرد وہ کاسہ لیس نہیں جو مال اور گمراہی کے لیے "انٹرکانٹی نینٹل" میں جمع کیے گئے تھے۔۔۔ شام کے جوان مرد اس کے وہ شیر ہیں جن کو ان کی صداقت اور اخلاص کی وجہ سے امت پہچانتی ہے، اور وہ جانتے ہیں کہ قیامت تک خیر اس امت کے اندر رہے گا۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دل اور زبان سے یہ صدا لگائی تھی اور لگارہے ہیں کہ " یہ اللہ کے لیے ہے ، یہ اللہ کے لیے ہے"۔ یہی لوگ شام کے لیے وہ چاہتے ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہے کہ یہ:

«عُقْرُ دَارِ الْإِسْلَامِ بِالشَّامِ»

"شام اسلام کا مسکن ہے"(اس کو الطبرانی نے الکبیر میں سلمۃ بن نفیل سے روایت کیا ہے)۔ یہ ان دھوکہ بازوں کی طرح نہیں جو ایک طرف حکومت کے ساتھ مذاکرات کی بات کرتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ حکومت کے سربراہ کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ اگر اس کے لیے کوئی جگہ نہیں تو اس کی حکومت کے ساتھ مذاکرات کس لیے! کیا یہی وہ لوگ نہیں کہ جب ان کو "لبرل جمہوری ریاست" کا سبق پڑھایا جاتا ہے تو یہ ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے سرنگوں ہوجاتے ہیں اور ساتھ ہی اسلامی ہونے کا دعوی بھی کرتے ہیں! کیا یہ لوگ اس جمہوریت کی بات نہیں کرتے جس میں حرام اور حلال کا فیصلہ انسانوں کے پروردگار کی جگہ انسان خود کرتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ "حکمرانی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں"(یوسف:40)۔

بے شک سعودیہ کا شاہ، اس کا آقا اور راہنما اور اس کے دست راست حکمران سب ناکام ہوں گے اور جان لیں گے کہ وہ شام سکشت نہیں دے سکتے۔ وہ ان کے لبرل ازم اور ان کی عوامی جمہوری ریاست کو شکست دیں گے، اور اگر وہ شام کے لوگوں کی غفلت سے یہ جنگ جیت بھی جائیں، تو بھی شام کے مسلمان آرام سے بیٹھنے والے نہیں چاہے وہ جتنا بھی ظلم کرلیں بلکہ جیسا کہ اللہ غالب اور قوت والے نے فرمایا ہے:

﴿سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾

"مجرموں کو ان کی مکاریوں پر عنقریب اللہ کے نزدیک رسوائی اور شدید عذاب کا سامنا ہو"(الانعام:124)

ہم نے جس طرح سرکش کے ساتھ جنگ بندی کرنے والوں کو خبردار کیا، اسی طرح ریاض کانفرنس، حکومت کے ساتھ مذاکرات کے لیے ان کے نمائندوں اور عوامی جمہوری ریاست کی دعوت دینے والوں کو بھی تنبیہ کرتے ہیں کہ شام کی سرزمین پاک زمین ہے یہ کسی سازشی کو قبول نہیں کرے گی، ان کو پھینک دے گی ان کی خباثت کو دور کردے گی چاہے یہ کچھ دیر کے بعد ہو، تب ان کو دنیا اور آخرت کے خسارے کا سامنا ہوگا، یہی کھلم کھلا خسارہ ہے۔

اے کانفرنس والو! ہم تم سے مخاطب ہیں، تمہاری کانفرنس پوری ہوچکی اور تم سعودی شاہ کا عبایا بھی کھول چکے ہو اور اب اس کی لاٹھی سے دور ہو، اب بھی اچھی طرح غور فکر کرو، یقیناً تم جانتے ہو کہ حکومت کے ساتھ، اس کے ان جرائم کے بعد بھی جن سے انسان ہی نہیں درخت اور پتھر بھی تباہ ہوئے، مذاکرات کرنا خیانت ہے، اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ عوامی جمہوری ریاست کی رٹ لگانا بھی جرم ہے۔

بقیہ صفحہ 33 پر

ہندوستانی میڈیا حزب التحریر کے خلاف تہمتوں اور جھوٹ کو شائع کر رہا ہے

تحریر: عثمان بخاش

ڈائیریکٹر مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

کئی ہندوستانی ذرائع ابلاغ (جن میں انڈیا ٹوڈے، ٹائمز آف انڈیا، انٹرنیشنل بزنس ٹائمز اور انڈین ایکسپریس شامل ہیں) نے 20 جنوری 2016 کو ایسے مضامین اور نیوز رپورٹز شائع کیں جن میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ حزب التحریر ہندوستان کے اندر دہشت گرد حملوں کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ ان خبروں میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ حزب التحریر کے بارے میں وارننگ ہندوستانی انٹیلی ایجنسی نے جاری کی ہے جس کے بعد پورے ملک میں خطرے کا اعلان کر دیا گیا۔ ان خبروں اور مضامین میں کئی غلطیاں، من گھڑت اور گمراہ کن عبارتیں ہیں جن کی ہم وضاحت کرنا چاہتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ حزب التحریر ایک عالمی سیاسی جماعت ہے جس کا ہدف فکری اور سیاسی جدوجہد کے ذریعے عالم اسلام میں نبوت کے طرز پر خلافت راشدہ کا قیام ہے۔ حزب کی بنیاد 1953 میں بیت المقدس میں رکھی گئی تھی اور اب یہ مغرب، مشرق وسطی، افریقہ اور ایشیاء کے چالیس سے زائد ممالک میں سرگرم ہے۔ اشتعال انگیزی، پابندیوں، غیر قانونی گرفتاریوں اور تشدد کا سامنا کرنے کے باوجود، جس کے نتیجے میں کئی بار اس کے شباب نے شہادت کو گلے لگایا ہے، دنیا میں اس کی ایک مثال بھی موجود نہیں کہ حزب کبھی بھی اپنے پرامن سیاسی طریقہ کار سے ہٹی ہو۔

جہاں تک حزب التحریر اور ہندوستانی حرکت المجاہدین، لشکر طیبہ اور جیش محمد کے درمیان من گھڑت رابطے کی بات ہے تو ہم اس بات کی مکمل تردید کرتے ہیں کہ حزب التحریر کے ان میں سے کسی بھی جماعت کے ساتھ تعلقات نہ تو بھارت میں ہیں اور نہ ہی بھارت کے باہر ہیں۔ اسی طرح ٹائمز آف انڈیا کی رپورٹ میں جو دعویٰ کیا گیا ہے کہ "خطرے کی نشاندہی میں اس بات کا اشارہ کیا گیا ہے کہ حزب التحریر کا عسکری ونگ "حرکت المہاجرین فی برطانیہ" طاقتور ہو رہا ہے جو اپنے

> ہم ایک بار پھر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم حزب کے قیام کے بعد 60 سال سے زائد عرصے سے کام کر رہے ہیں، ہم اپنے سیاسی طریقہ کار پر کاربند ہیں جو تشدد سے بالکل پاک ہے، اور اس کا تعلق ہمارے مفاد کے ساتھ نہیں بلکہ یہ محمد ﷺ کے طریقے پر سختی سے کاربند ہونے کی وجہ سے ہے۔

کارکنوں کو کیمیائی اور بیکٹریا اور بایولوجیکل حملے کرنے کی تربیت دے رہی ہے"۔ اس قسم کی باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق ہی نہیں، بلکہ یہ صرف من گھڑت دعوے اور بالکل جھوٹ کا پلندہ ہیں، کیونکہ ہمارا کہیں بھی کبھی بھی کوئی "مسلح ونگ" ہی نہیں ہے، اور نہ ہی حرکت المہاجرین فی برطانیہ سے کوئی تعلق ہے۔ ذرائع ابلاغ میں نشر کیے جانے والے یہ بیانات مجرمانہ اور مریض ذہنوں کے اختراع کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں۔

ہم ایک بار پھر یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم حزب کے قیام کے بعد 60 سال سے زائد عرصے سے کام کر رہے ہیں، ہم اپنے سیاسی طریقہ کار پر کاربند ہیں جو تشدد سے بالکل پاک ہے، اور اس کا تعلق ہمارے مفاد کے ساتھ نہیں بلکہ یہ محمد ﷺ کے طریقے پر سختی سے کاربند ہونے کی وجہ سے ہے۔

ہم ذرائع ابلاغ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ پیشہ ورانہ امور کے دوران سچائی اور صاف گوئی کا خیال رکھیں، اپنی ان غلط خبروں کی فوراً تصحیح کریں، ہم سے اعلانیہ معافی مانگیں، اور ہماری اس پریس ریلیز کو شائع کریں۔ ہم یہ بھی بتاتے ہیں کہ غلط معلومات اور خود ساختہ جھوٹی خبروں کی اشاعت کے ذریعے حزب کی شہرت کو نقصان پہنچانے کی کسی بھی گھناونی کوشش پر ذرائع ابلاغ کے کسی بھی ادارے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا مکمل حق محفوظ رکھتے ہیں۔ ساتھ ہی ذرائع ابلاغ اپنے سوالات کے جوابات کے لئے ہم سے کبھی بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

نیشنل ایکشن پلان امریکی ایکشن پلان ہے

نیشنل ایکشن پلان کو بے نقاب کرنے کے لئے بینرز آویزہ کردیے گئے

حزب التحریر ولایہ پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی کی اہم شاہراہوں پر بینرز آویزہ کیے۔ ان بینرز پر یہ تحریر تھا: "**امریکی ساختہ نیشنل ایکشن پلان اسلام کی آواز کو دبانے کا منصوبہ ہے**"۔

جیسے جیسے نیشنل ایکشن پلان پر عمل درآمد ہورہا ہے عوام پر یہ بات واضح ہوتی چلی جارہی ہے کہ یہ ایک امریکی منصوبہ ہے جس کا مقصد پاکستان میں اسلام کی آواز کو دبانا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ملک بھر میں مخلص علماء اور سیاست دانوں کو اغوا اور گرفتار کیا جارہا ہے اور پاکستان کے مسلمانوں کو خوفزدہ کرکے انہیں اسلام کی محبت اور اس کے نفاذ کی خواہش سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ خوف کی ایسی فضاء قائم کردی گئی ہے کہ میڈیا مخلص سیاست دانوں اور علماء کو وقت نہ دے اور نہ ہی ان پر ہونے والے ظلم وستم سے عوام کو آگاہ کرنے کی ہمت کرے۔ اب ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے حکمرانوں نے کھل کر یہ کہنا شروع کردیا ہے کہ اس ملک کا مستقبل کفر لبرل ازم سے وابستہ ہے جبکہ اس ملک کے مسلمان اس ملک کا مستقبل اسلام سے وابستہ کرنا چاہتے ہیں۔

انشاء اللہ حزب التحریر ولایہ پاکستان امت کو حکمرانوں کی سازشوں اور غداریوں سے آگاہ کرتی رہے گی اور جلد ہی قائم ہونے والی خلافت نیشنل ایکشن پلان کے امریکی منصوبے کو نیست ونابود کردے گی۔ اور پھر ان حکمرانوں کو امت کے غضب سے بچانے والا کوئی نہ ہو گا جب انہیں خلافت کے عدالتوں کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا غضب تو انتہائی سخت اور تکلیف دہ ہے!

مَثَلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ ٱلْعَنكَبُوتِ ٱتَّخَذَتْ بَيْتاً وَإِنَّ أَوْهَنَ ٱلْبُيُوتِ لَبَيْتُ ٱلْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ

"ان لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کے سوا دوسروں سے دوستی کی اس مکڑی کی طرح ہے جس نے اپنا گھر بنالیا اور یقیناً گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے اگر یہ لوگ جانتے ہوتے" (العنکبوت: 41)

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس







راحیل-نواز حکومت امریکی منصوبے کے تحت کشمیر کے مسئلے کو دفن کر رہی ہے

تحریر: شہزاد شیخ

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کے ڈپٹی ترجمان

وزیر اعظم پاکستان کے مشیر برائے خارجہ امور کی سربراہی میں ایک کمیٹی نے یہ تجویز دی ہے کہ آئین کے آرٹیکل ایک میں تبدیلی کی جائے تا کہ گلگت-بلتستان کو ملک کا آئینی حصہ اور پاکستان کا پانچواں صوبہ بنایا جاسکے۔ اس کے علاوہ آئین کے آرٹیکل 51 اور 59 میں بھی تبدیلی کی جائے تا کہ گلگت-بلتستان کو پاکستان کی قومی اسمبلی اور سینٹ میں نمائندگی دی جاسکے۔ گلگت-بلتستان کے وزیر اعلیٰ حافظ حفیظ الرحمان، جو کہ حکمران مسلم لیگ ن سے تعلق رکھتے ہیں، نے یہ کہا کہ، "آٹھارویں آئینی ترمیم کی روشنی میں ہم صوبائی خود مختاری مانگتے چلے آرہے ہیں۔ ہمارے مطالبے پر گلگت-بلتستان کی حیثیت کو بڑھادیا ہے"۔

1947 میں برطانوی ہندوستان کی تقسیم کے موقع پر گلگت بلتستان کشمیر کا حصہ تھا جس پر ہندو ڈوگرہ راج کی حکومت تھی۔ تقسیم کے بعد گلگت-بلتستان کے مسلمانوں نے ڈوگرہ راج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، خطے کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔ جب کشمیر کا مسئلہ 1948 میں تصفیے کے لئے اقوام متحدہ میں لے جایا گیا تو اس کے ساتھ ہی گلگت-بلتستان کا معاملہ بھی وہاں چلا گیا۔ کیونکہ یہ خطہ کشمیر کا حصہ تھا، لہٰذا پاکستان نے اس کو ایک خصوصی حیثیت دی تا کہ گلگت-بلتستان کے پاکستان کے ساتھ الحاق کو بنیاد بنا کر بھارت مقبوضہ وادی کشمیر پر اپنا مستقل حق دعویٰ نہ کردے۔

کیونکہ کشمیر کا مسئلہ ہی پاکستان اور بھارت کے درمیان سب سے اہم مسئلہ ہے، اس لئے امریکہ اس مسئلے کو دفن کرنا چاہتا ہے تا کہ خطے میں پاکستان کی جانب سے بغیر کسی مزاحمت کے بھارت اس کے پولیس مین کا کردار ادا کرسکے۔ امریکہ پاکستان پر بھارت کی بالادستی چاہتا ہے تا کہ خطے میں بڑھتے چینی اثرورسوخ اور مسلمانوں کی جانب سے نبوت کے طریقے پر خلافت

> **1947 میں برطانوی ہندوستان کی تقسیم کے موقع پر گلگت بلتستان کشمیر کا حصہ تھا جس پر ہندو ڈوگرہ راج کی حکومت تھی۔ تقسیم کے بعد گلگت-بلتستان کے مسلمانوں نے ڈوگرہ راج کے خلاف علم بغاوت بلند کیا، خطے کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پاکستان کے ساتھ الحاق کر لیا۔**

کے قیام کی کسی بھی تحریک کو روکنے کے قابل ہوسکے۔ لہٰذا امریکہ کشمیر کے مسئلے کو مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق حل نہیں کرنا چاہتا کیونکہ ایسا کرنے سے پاکستان مضبوط ہوگا جبکہ بھارت کمزور ہوگا۔ اسی لئے مشرف-عزیز حکومت کے وقت، سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں نے کشمیر کے تصفیے کے لئے "اینڈورہ ماڈل" کی طرز پر ایک حل پیش کیا تھا۔ اینڈورہ اسپین اور فرانس کی سرحد کے درمیان پائیرینیس کے پہاڑوں میں ایک علاقہ ہے۔ 803 عیسوی سے اس پر دونوں ممالک اپنا حق دعویٰ کرتے چلے آئے ہیں۔ 1993 میں اسپین اور فرانس دونوں کے درمیان ایک معاہدہ ہوگیا۔ ان دونوں نے اینڈورہ کو ایک آزاد آئین اور تقریباً مکمل خود مختاری کا درجہ دیا۔ اسپین اور فرانس دونوں نے اینڈورہ کے دفاع کی ذمہ داری اٹھائی جس کی اپنی کوئی کرنسی نہیں ہے بلکہ اپنے ہمسائیوں کی کرنسی استعمال کرتی ہے۔ لہٰذا مشرف نے بتدریج فوجوں کی واپسی، خود مختار حکومت کے قیام، خطے کی سرحدوں میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کرنا اور ایک مشترکہ نگرانی کے نظام کو بنانے کی تجاویز پیش کیں تھیں۔ اینڈورہ ماڈل کا مقصد پورے کشمیر پر بھارت کو اپنا اثرورسوخ استعمال کرنے کا موقع فراہم کرنا ہے جبکہ نہ تو وہ اس کا اہل ہے نا ہی وہ اپنے بل بوتے پر ایسا کرسکتا ہے۔

راحیل-نواز حکومت نے گلگت-بلتستان کی حیثیت کو بڑھانے کی جو کوشش کی ہے وہ دراصل اسی "اینڈورہ ماڈل" کی جانب پیش قدمی ہے۔ وہ لوگ جو مسئلہ کشمیر کی تاریخ سے واقف ہیں، انہوں نے فوراً اس منصوبے کی مذمت کی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ایسا کرنے سے بھارت کو اس بات کا موقع ملے گا کہ وہ بھی مقبوضہ کشمیر کو اپنا لازمی حصہ قرار دے دے اور اس طرح لائن آف کنٹرول ایک مستقل یا نرم سرحد کی شکل اختیار کرلے گی۔ یہ کہنا سیاسی کم علمی کی نشاندہی کرتا ہے کہ گلگت-بلتستان ترقی کی شاہراہ پر اس لئے پیچھے

رہ گیا ہے کیونکہ اس کی کوئی مستقل حیثیت نہیں اور اگر وہ پاکستان کا مستقل حصہ ہوتا تو وہ بھی ترقی کرتا۔ اگر یہ دلیل درست ہے تو پھر بلوچستان، جو پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور جو درجنوں اقسام کے معدنی وسائل اور تیل و گیس کی دولت سے مالا مال ہے، کیوں ملک کے دیگر صوبوں کے مقابلے میں اس قدر پیچھے رہ گیا ہے؟ اصل حل پاکستان میں اسلام کا مکمل نفاذ ہے تا کہ یہ کشمیر اور تمام مسلم علاقوں کے الحاق کا نقطہ آغاز بن سکے۔

راحیل-نواز حکومت امریکی منصوبے کے تحت مسئلہ کشمیر کے نام نہاد حل پر چلنے کے لئے پوری طرح سے آمادہ ہے بالکل ویسے ہی جیسے وہ "نیشنل ایکشن پلان" کے نام پر اسلام، جہاد اور خلافت کی آواز کو قوت کے زور پر دبانے کے لئے پوری طرح سے سرگرم عمل ہے۔ ہر باخبر اور باعلم مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ راحیل-نواز حکومت کے شیطانی عزائم کو بے نقاب اور اس کی مزاحمت کرے کیونکہ یہ عزائم کشمیر کے مسلمانوں، پاکستان اور پورے خطے کو کمزور کریں گے تا کہ بھارت، جو مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے، خطے میں اپنی بالادستی قائم کر سکے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر افواج پاکستان میں موجود مخلص افسران پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لازمی غداروں کے جھوٹے اور شیطانی دلائل اور ان کی غداری کو قبول نہ کریں۔ اور ایسا بہترین طریقے سے صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب غداروں کو ان کی گردنوں سے پکڑا جائے اور نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے لئے حزب التحریر کو نصرۃ فراہم کی جائے۔ پھر خلیفہ راشد افواج اور ہزاروں مخلص مجاہدین کو کشمیر کو ہندو ریاست کی چنگل سے آزادی دلانے کے لئے متحرک کرے گا۔

﴿وَلاَ تَهِنُواْ فِى ٱبْتِغَآءِ ٱلْقَوْمِ إِن تَكُونُواْ تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمونَ وَتَرْجُونَ مِنَ ٱللَّهِ مَا لاَ يَرْجُونَ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيماً حَكِيماً﴾

"اور دشمنوں کا پیچھا کرنے سے ہمت نہ ہارو، اگر تم تکلیف اٹھاتے ہو تو وہ بھی تمہاری طرح تکلیف اٹھاتے ہیں، مگر تم اللہ سے وہ امیدیں رکھتے ہو جو امیدیں وہ (کفار) نہیں رکھتے، اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے" (النساء:104)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "بے شک خلیفہ ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور اسی کے ذریعے تحفظ حاصل ہوتا ہے"۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو رسوا کرتا ہے اور نہ ہی اس کی تحقیر کرتا ہے" (مسلم)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "اسلام اجنبی کی طرح شروع ہوا اور یہ دوبارہ اجنبی ہو جائے گا، پس ان اجنبیوں پر رحمت ہو" (مسلم)

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز ز اور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور وڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرَشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس